رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے

انڈیا سے باہر پانچ روپیہ (صہ)

فاروق

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

جلد ۱۴	قادیان مورخہ ۱۴/۷ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ	نمبر ۲۱-۲۲

Karachi
Sanai atanzai

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکھوں اور ہندوؤں کا مسلمانوں پر تشدّد

قادیان کے ہندوؤں نے ۷ ستمبر کو کمشنر لاہور کے سامنے پیش کرنے کے لئے سکھوں کے دیہات میں جاکر جو چند مسلمان کمّی وغیرہ قلیل تعداد میں وہاں رہتے ہیں۔ اُنکے انگوٹھے سادہ کاغذوں پر لگوانے شروع کئے ہیں۔ بعض جگہ تو مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ بوچڑ خانہ کے متعلق ہم ملیح صفائی کرنے کے لئے یہ انگوٹھے لگوانے ہیں۔ تم اپنا انگوٹھا لگادو۔ بعض کے جبر اور تشدد اور مار پیٹ کرکے انگوٹھے لگوانے ہیں۔ چنانچہ موضع ڈلہ کے بزناب سنگھ ذیلدار نے ڈلہ کے گھماروں کو مار پیٹ کرکے اور دھمکا کر انگوٹھے لگوائے اور انگوٹھے لگوانے والا دھنپت رام مدرس سکول ڈلہ تھا۔ جس نے سادہ کاغذوں پر سب مسلمانوں کے انگوٹھے لگائے۔ جس نے انکار کیا۔ اس کو ذیلدار مذکور نے خوب پٹوایا۔ اسکی اطلاع سردار نہر اندر سنگھ صاحب سب انسپکٹر انچارج پولیس کیمپ قادیان کو ۱۲ ستمبر ۴½ بجے دن کے دی گئی۔ تو انہوں نے فوراً نہایت مستعدی سے ڈلہ کے ان سب سکھوں اور تشدد کرنے والوں کو طلب کرکے بیانات لئے۔ اور یہ ثابت ہونے پر کہ واقعی انہوں نے مار کر اور جبر سے انگوٹھے لگائے ہیں۔ دو سکھ امر سنگھ۔ لکھن سنگھ اور تیسرا دھنپت رام مدرس ڈلہ کو زیر دفعہ ۱۵۱ ضابطہ فوجداری گرفتار کرکے حوالات میں بھیجدیا۔ جھنڈا گھمار کو اس قدر مارا گیا۔ کہ ضربات کے نشان اسکے بدن پر موجود تھے۔ جو پولیس نے درج کر لئے۔

(۲) موضع رام پور متصل قادیان میں امرناتھ اور لاجپت رائے وغیرہ ہندوان قادیان گئے۔ اور وہاں جو دو تین گھر مسلمان کمّیوں کے تھے۔ ان کو دھوکہ دیکر ہندو سکھ نمبردار موضع رام پور کو ہمراہ لیکر کہا۔ کہ انگوٹھے لگادو۔ اس طرح ان کے انگوٹھے لگوائے۔ جس کی اطلاع پولیس کو دی گئی۔ اور دراصل ان کی تفتیش ہو رہی ہے۔ اسی طرح بعض دیہات میں بھی ... قادیان کو ہندوؤں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیکر انگوٹھے لگانے کے لئے بھیجے ہیں

مالوی اور مولوی

مالوی نے مولوی سے یوں کہا
گوشت گائے کا نہ حضرت کھائیے
سینکڑوں ہیں جانور سب کھائیے
ہوں بچاری گائے کا میں۔ اس لئے
میری وہ معبود ہے۔ مسجود ہے
مولوی یہ سن کے یوں گویا ہوئے
میں نے سکھوں سے سنا دانا ہے تو
جو ہے خود مجرم[1] تیرا معبود وہ
ہو کے انسان جس نے پوجا جانور
آپ نے کیوں یہ عقیدہ گھڑ لیا
یا الٰہی ہند میں سے شرک کو

بندہ پرور ہے یہ میری عرض حال
اس کے بدلے ماش کی حاضر ہے دال
گائے ماتا کا نہ پر بیکا ہو بال
ذبح ہونا اس کا ہے مجھ پہ وبال
اور مسلماں اس کو کرتے ہیں حلال
مالوی تیرا ہے کیا الٹا سوال
لالہ صاحب ہوش پہلے لیں سنبھال
مالوی جی کردیا تم نے کمال
ہاتھ سے اس کے گیا سب دین و مال
عقل کے اندھوں کا دنیا میں ہے کال
اپنے فضل و کرم سے دے آپ ٹال

(خاکسار عبد الاحد سواتی۔ قادیان)

[1] کیونکہ ہندو عقائد کے رُو سے تمام جانور پہلے انسان تھے۔ بعد میں اپنی بدکرداری کی وجہ سے جانوروں کی جون میں تبدیل ہوئے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"فاروق"

قادیان دارالامان مورخہ ۷/۱۴ ستمبر ۱۹۲۹ء

مذبح قادیان کے متعلق کمشنر صاحب لاہور کی ہندو نوازی

ناظرین فاروق کو معلوم ہے۔ کہ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مسلمانان قادیان کی درخواست ذبیحہ گائے منظور فرما کر مذبح تیار کرا دیا تھا۔ جس کو قادیان کے چند شورہ پشت ہندوؤں نے قرب و جوار کے جاہل دیہاتی سکھوں کو مشتعل کر کے ۷ راگست ۱۹۲۹ء کو دن دہاڑے پولیس کی موجودگی میں مسمار کرا دیا۔ جس کا مقدمہ چل رہا ہے۔ اور گرانے والوں میں سے ۳۹ ملزم گرفتار ہو چکے ہیں۔ کچھ مفرور ہیں۔

کمشنر صاحب کی یکطرفہ کارروائی

جب مذبح تیار ہو چکا۔ تو قادیان کے ہندوؤں نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے اس فیصلہ سے ناراضی کا اپیل مسٹر فرگوسن صاحب کمشنر لاہور کے پاس دائر کیا۔ اور اپیل دائر کرنے کے بعد کمشنر اور حکومت پر رعب ڈالنے کے لئے مذبح گرا دیا اور اس قانون شکنی کا یہ اثر ہوا۔ کہ صاحب کمشنر نے ڈلہوزی سے ۲۷ راگست کو گورداسپور میں آکر اپیل کو سننا منظور کیا۔ ایک معمولی عقل کا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ ذبیحہ گائے کا معاملہ ہندو مسلم سوال ہے۔ اور جب تک کہ دونوں فریق کو اپنے اپنے حقوق کے اثبات اور استحقاق کے دلائل اور عذرات پیش کرنے کا پورا پورا موقعہ نہ دیا جائے۔ اس وقت تک حاکم مجوز کا کوئی رائے قائم کرنا یا فیصلہ دینا نہ صرف خلاف قانون و انصاف ہے۔ بلکہ صریح ظلم اور تحکم ہوگا۔ لیکن یہ واقعہ نہایت حیرت اور افسوس سے سنا جائیگا۔ کہ مسٹر فرگوسن صاحب کمشنر نے ۲۷ راگست کے لئے سوائے ہندوؤں کے کسی مسلمان کو تاریخ سماعت اپیل بمقام گورداسپور کی اطلاع نہیں دی۔ پھر ۲۷ راگست کو بھی گورداسپور پہنچ کر صاحب موصوف نے صرف ہندوؤں اور ان کے وکیلوں کو ہی اپنے فرسودہ اور ان نامعقول عذرات کے پیش کرنے کا موقعہ بخشا۔ جن کو وہ متواتر چھ ماہ تک صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے سامنے تحریری اور تقریری اور ڈیپوٹیشنوں کے ذریعہ متعدد مرتبہ پیش کر چکے تھے۔ مگر مسلمانوں میں سے نہ تو لائسنسداران ذبیحہ گائے کو نہ احمدیوں کو نہ دیگر غیر احمدی مسلمانوں کو حتیٰ کہ سمال ٹون کمیٹی قادیان کو بھی پیش ہو کر ہندوؤں کے عذرات کے جواب دینے اور اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے وجوہات و دلائل پیش کرنے کا حقدار سمجھا۔ یہاں تک کہ احمدیوں اور مسلمانوں نے کمشنر کو تار پر تار دیئے۔ کہ مقدمہ میں ہمیں بھی عذرات پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ اور سماعت اپیل قادیان میں کی جائے۔ تاکہ موقعہ دیکھ کر مسلمانوں کے حق کی صحیح پوزیشن واضح ہو جائے۔ تو کمشنر نے اس کا بھی کوئی جواب نہ دیا ۲۷ راگست کو مسلمانان گورداسپور نے تحریری درخواست گذاری۔ کہ انہیں بھی موقعہ دیا جائے۔ تو وہ بھی نامنظور ہو کر شامل مثل کر دی گئی۔ پھر ۲۸ راگست کو معزز مسلمانوں کا ایک ڈیپوٹیشن صاحب موصوف کی بارگاہ گورداسپور میں حاضر ہوا۔ تو مجسم اخلاق مسٹر فرگوسن نے وفد کو شرف باریابی عطا کرنے سے قبل ہی فرما دیا۔ کہ مذبح کے متعلق میں کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ میں نے جو لکھنا تھا لکھ دیا ہے۔ اس لئے مسلم وفد کو کمشنر صاحب کی کرسی تک بھی رسائی کا موقعہ نہ ملا جس سے مسلمانوں کو اعتراض کا پورا حق حاصل ہو گیا۔

کمشنر لاہور کا نزول ثانی

احمدی جماعت نے اس سرد مہری اور انصاف کے گلے پر گورنمنٹ پنجاب کے ایک اعلیٰ افسر کو چھری چلاتے دیکھکر گورنر پنجاب کو مسلمانوں کی صریح حق تلفی کی بذریعہ تار اطلاع دیکر اپنے حقوق کا مطالبہ کیا۔ جس کی بنا پر گورنمنٹ پنجاب نے مسٹر فرگوسن صاحب کمشنر کو ڈلہوزی سے دوبارہ نازل ہو کر تلافی مافات کرنے کی ہدایت کی۔ تو صاحب موصوف ۱۳ ستمبر ۱۹۲۹ء کو ڈلہوزی سے اتر کر قادیان سے ۷ میل کے فاصلہ پر بمقام پنجگرائیں قیام فرما ہوئے۔ اور وہاں سے اسی تاریخ کو دن کے سات بجے کے قریب قادیان میں یہ اطلاع پہنچی۔ کہ کمشنر صاحب پنجگرائیں تشریف لے آئے ہیں۔ اور انہوں نے ہندو مسلمانوں کو ۱۲ بجے دن کے حاضر ہو کر اپنے اپنے خیالات کے اظہار کا وقت دیا ہے۔ اس قلیل عرصہ میں تمام دیہات کے لوگوں کو بھی اطلاع دینی ہے۔ اور قادیان کے باشندوں نے بھی وہاں وقت پر حاضر ہونا ہے۔ یہ قلت وقت جس قدر بعید از انصاف ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ قادیان اور اس کے اردگرد کے مسلمانوں نے ایسے مقام پر ۱۲ بجے تک پہنچنا ہے۔ جو کسی موضع سے نو دس میل ہے۔ اور کسی سے آٹھ میل اور کسی سے سات اور چھ میل۔ اور ایسے موسم میں چل کر جانا ہے۔ جس کی حدت گرمی اور شدت تمازت دس قدم چلنے سے حواس باختہ کر دیتی ہے۔ اور کوئی سواری بھی اس قلیل وقت میں کہیں سے مہیا نہیں کی جا سکتی۔ کہ جس کے ذریعہ ہی لوگ اس ناروا تکلیف کو برداشت کر کے کمشنر صاحب کے حضور حاضر ہو جائیں۔ بھلا کمشنر صاحب جو ڈلہوزی جیسے سرد مقام سے تشریف لائے تھے اس کا اندازہ کیونکر کر سکتے تھے ان کو تو گورنمنٹ پنجاب کے حکم کی کاغذی اور دفتری خانہ پری کر کے محض ضابطہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پورا کرنا مقصود تھا۔ تاریخ پیشی سے نہ ایک ہفتہ نہ چار دن نہ دو دن۔ نہ ایک دن پہلے اطلاع دی گئی۔ بلکہ عین وقت حاضری سے صرف پانچ گھنٹہ پیشتر اطلاع دیجاتی ہے۔ جو اہل دیہات کو بھی پہنچانی ہے۔ اور اسی عرصہ میں چھ سات آٹھ دس میل کا سفر بھی پاپیادہ طے کر کے وقت پر حاضر ہونا ہے۔ کیا یہ امر انگریزی انصاف کو بدنام کرنے کا موجب نہیں کہلا سکتا؟ معلوم نہیں کن معقول وجوہات اور نامعلوم اسباب کی بنا پر مسٹر فرگوسن صاحب نے بنجگرائیں کا مقام تجویز کر کے حاضری کے وقت سے پانچ گھنٹہ قبل پیش ہونے کی اطلاع دی۔

قرین انصاف صورت

اس سے تو یہ صورت نہایت بہتر ہو سکتی تھی۔ کہ جس طرح ہندوؤں کی اپیل سننے کے لئے بنجگرائیں جیسے تکلیف دہ مقام کو چھوڑ کر گورداسپور مقرر کیا تھا۔ اور اس کی اطلاع کئی دن پیشتر ہندوؤں کو دی گئی تھی۔ اسی طرح ڈلہوزی میں بیٹھے بیٹھے ہی ضلع میں حکم بھجیدیا جاتا۔ کہ تین چار دن قبل قادیان اور اس کے ملحقہ دیہات کے لوگوں کو اطلاع دیدی جائے۔ کہ فلاں مقام پر حاضر ہو جائیں۔ اور وہ مقام اگر بنجگرائیں سے بٹالہ ہوتا۔ تو اس سے بہت اچھا تھا۔ کیونکہ بٹالہ تک ریل کے ذریعہ لوگ پہنچ سکتے تھے۔ ورنہ نہایت موزوں اور قرین انصاف یہ تھا۔ کہ خاص قادیان میں سب کو حاضر ہونے کی اطلاع دیجاتی۔ تاکہ "قصہ زمین برسر زمین" سنکر کمشنر صاحب کو دادرسی فریقین کا سنہری موقعہ ہاتھ آتا۔ اور قرب و جوار کے باشندے نہایت آسانی سے جمع ہو سکتے۔ اور واقعات کے سمجھنے اور حالات کے معائنہ کرنے میں بھی سہولت ہوتی۔ پھر اس تکمیل اطلاع یابی کے بعد آپ تاریخ مقررہ پر تشریف لے آتے۔ تو غریب رعایا کو یہ گرمی کی تکلیف اور آفتاب کی تمازت میں پاپیادہ چلتے ہوئے آنے اور جانے کی مصیبت اور اس تنگی وقت کی وجہ سے بھاگ دوڑ کی آفت نہ اٹھانی پڑتی۔ اور اس طرح کرنے سے نہ تو کمشنر صاحب کے کسی وقار میں فرق آتا۔ اور نہ ہی کوئی ایسی زائد تکلیف برداشت کرنی پڑتی۔ جو ڈلہوزی سے بنجگرائیں تک آنے میں اب ان کو اٹھانی پڑی ہوگی۔ بلکہ گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا و ہند مسٹر فرگوسن کے ایسے ہمدردانہ سلوک کی دل و جان سے ممنون اور شکر گذار ہوتی +

برطانی انصاف کا تقاضاء

ہمارا مشاہدہ اور علم آج تک کا یہی ہے۔ کہ ایسے مذہبی اور قومی مقدمات میں جن کا ہندو مسلم اقوام سے تعلق ہو۔ فریقین کو اپنے حقوق کی پیروی کے لئے کافی وقت اور مہلت دیجاتی ہے۔ نہ کہ ایک فریق کو تو ہر طرح کی سہولت اور پوری پیروی کا موقعہ دیدیا جائے۔ اور دوسرے فریق کی بات بھی نہ سنی جائے۔ جیسا کہ مسٹر فرگوسن صاحب کمشنر نے اس مقدمہ میں طریق اختیار کیا۔ کہ مسلمانوں کو نزدیک تک نہ پھٹکنے دیا۔ اور ہندوؤں کو کھل کھول کر اپنے خیالات کے اظہار کا وقت عطا کر دیا۔ اور ہندوؤں نے اس مقدمہ میں کافی وقت ۲۷ اگست کو اپنے دلائل آزادی سے پیش کرنے کا حاصل کر لیا۔ اور مسلمانوں کو بات تک کرنے کی اجازت نہ دی۔ اور جب مسلمانوں نے اپنے حقوق کو تلف ہوتے دیکھکر اور کمشنر صاحب کے یکطرفہ طریق کار کو ناقابل برداشت پا کر شور مچایا۔ تو اس پر بھی کمشنر صاحب کی پالیسی کا یہ نمونہ دیکھنے میں آیا۔ کہ انہوں نے نہایت تنگ وقت میں مسلمانوں کو اطلاع دی۔ اور معروضات پیش کرنے کے لئے ایک ایسا مقام تجویز کیا۔ جو علاوہ جائے وقوع اور محل متنازعہ سے سات میل دور ہونے کے وہاں پہنچنے میں بھی سخت دقتیں تھیں۔ کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ کمشنر صاحب کی دلی خواہش یہی تھی۔ کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت نہ کر سکیں۔ ہندو تو پہلے ہی ۲۷ اگست کو سب کچھ کہہ سن چکے تھے۔ اب اگر کوئی حق باقی تھا۔ تو وہ خالص مسلمانوں کے لئے تھا۔ اور کمشنر صاحب کی بازگشت بھی مسلمانوں کی "تار" کے جواب میں ہی تھی۔ اس بازگشت سے بھی کمشنر صاحب نے ہندوؤں کو ہی زیادہ مستفید ہونے کا موقعہ دیا۔ اور مسلمانوں سے کشیدگی کا برتاؤ کیا۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

کمشنر صاحب کی بےبسی

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ کمشنر صاحب نے مسلمانوں کو ہر طرح کی تکلیفوں میں ڈالنا چاہا۔ اور ان کا یہ خیال ہوگا۔ کہ اس قلیل وقت میں کتنے مسلمان آجائیں گے۔ اور ساتھ ہی اس غلط فہمی میں مبتلا رہکر کہ ہندوؤں کے دیہات مسلمانوں سے زیادہ ہیں وہ بمقابلہ مسلمانوں کے زیادہ تعداد میں آئیں گے۔ آپ نے یہ سب کارروائی کی۔ مگر خدا کے فضل سے باوجود اس تنگی وقت کے بارہ بجے تک قریباً تین ہزار مسلمان اور دو ڈھائی سو ہندو اور سکھ مسٹر فرگوسن صاحب کی خواہش کے خلاف بنجگرائیں میں جمع ہو گئے۔ آگے سنئے کمشنر صاحب کیا کرتے ہیں؟

کمشنر صاحب کا کوٹھی سے فوٹو لینے کیلئے کیمرہ لے کر نکلنا

ہجوم کی کثرت دیکھکر سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ پولیس کی کافی تعداد کے انتظام میں مشغول ہو کر لوگوں کو امن سے بیٹھنے کی ہدایت کر رہے تھے۔ اور اپنے فرائض کو شائستگی سے بجا لا رہے تھے۔ کہ مسٹر فرگوسن صاحب فوٹو لینے کا ایک کیمرہ ہاتھ میں لٹکائے کوٹھی سے باہر نکل کر سیدھے مسلمانوں کے کثیر مجمع کی طرف آئے۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ اس خیال سے کیمرہ لے کر نکلے تھے۔ کہ یہ سارا مجمع ہندو اور سکھوں کا ہے۔ مسلمان تو چند خال خال ہونگے۔ اس لئے شوق کی نگاہیں دوڑا کر ہر طرف نظر مارتے مارتے آخر بمصداق ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر تھک کر رہ گئے۔ تب دیکھا کہ سکھوں اور مسلمانوں میں یہ کی نسبت ہے کہ یعنی مسلمان تین ہزار سے زائد اور سکھ تین سو سے بھی کم۔ آپ کیمرہ تو غالباً ڈلہوزی سے اسی آرزو میں لے کر چلے تھے۔ کہ وہاں پہنچکر ہندوؤں اور سکھوں کی بڑی بھاری جمعیت ہوگی۔ ان کا فوٹو لیکر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شامل کر دیا جائے گا۔ جس میں سارے سکھ اور ہندو ہی ہندو نظر پڑیں گے اور ایک فوٹو مسلمانوں کے مجمع کا لے لیا جائیگا۔ جس میں دس بیس پچاس سو مسلمان زیادہ سے زیادہ دکھائی دینگے۔ اور اس طرح گورنر صاحب کی خدمت میں رپورٹ کر دی جائے گی۔ کہ بے شمار سکھ اور ہندو مذبح قادیان کے خلاف آواز اٹھانے والے پہنچے۔ اور یہ چند مسلمان تھے۔ جو مذبح کے موئد آئے تھے۔ لیکن صورت حالات خلاف توقعات پا کر ــ

غلط کردم خطا دانستہ بودم

کہتے ہوئے آپ مجمع کے انتظام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فوٹو گرافری کا پارٹ چھوڑ کر پولیس افسر کے لباس میں مسلمانوں کی طرف بڑھے۔

کمشنر صاحب کا مسلمانوں کے مجمع میں گشت

مسٹر فرگوسن ڈلہوزی سے تو حسب ہدایت گورنمنٹ پنجاب مسلمانوں کے خیالات معلوم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ مگر آپ نے عہدہ کمشنری کے علاوہ پولیس آفیسری کا بھی فرض ادا فرمایا۔ جو نہایت دل آزار اور ایک کمشنر کی شان اور وقار کے خلاف تھا۔ آپ نے مسلمانوں کی کثرت کو برداشت نہ کرتے ہوئے یہ طریق اختیار کیا۔ کہ جہاں ہزارہا مسلمان جمع تھے۔ ان کے پاس پہنچے۔ اور کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر گشت لگاتے جاتے اور ساتھ کے ساتھ مسلمانوں کو بے وجہ دھکیلتے جاتے تھے۔ ایک معزز مسلمان اپنے ساتھیوں کو مسلمانوں کے مجمع میں بٹھا رہے تھے۔ کہ کمشنر صاحب نے ان کو دھکیلا۔ اور نہایت تحقیر آمیز لہجہ میں فرمایا "تم کون ہے۔ تمہارا کیا نام ہے کیوں تم لوگوں کو بٹھاتے اور شور مچاتے ہو۔ ہٹ جاؤ۔ ایک طرف جاکر بیٹھو" یہ ہتک آمیز لہجہ اور خلاف تہذیب گفتگو ایک یورپین آفیسر کی جب کہ وہ گورنمنٹ کا ایک اعلیٰ عہدیدار کمشنر ہو سخت قابل اعتراض ہے۔ یہیں تک بس نہیں۔ آپ نے اپنی ذاتی وجاہت سے جو بہ حیثیت عہدہ کمشنری آپ کو حاصل ہے۔ بڑی بدمزاجی سے درشت الفاظ اور امن شکن طریق سے مسلمانوں کے معزز ترین نمائندوں کو دھکیلا۔ جس سے آپ کی غرض یہ معلوم ہوتی تھی۔ کہ وہ اپنے اس فرض سے باز رہیں۔ جسکی ادائیگی کے لئے وہ کمشنر کی کوٹھی تک بلائے جانے پر حاضر ہوئے ہیں۔ اور ان کو اپنے خیالات ظاہر کرنے سے روکا گیا۔ جس وقت آپ کیمرہ لے کر نکلے تھے۔ اس وقت تمام لوگوں نے یہ سمجھا۔ کہ یہ صاحب کوئی فوٹو گرافر ہیں۔ اور اس اجتماع کا فوٹو لینے آیا ہے۔ اس کے بعد جب آپ نے مجمع میں پھر کر لوگوں کو ڈرانے اور دھمکانے کا کام شروع کیا۔ تو لوگوں نے یہ جانا۔ کہ یہ کوئی پولس کے افسر ہیں۔ جو کمشنر صاحب کی تشریف آوری کے باعث انتظام کے لئے یہاں آئے ہیں۔ آپ کا کمشنر ہونا تو اس وقت جاکر کھلا۔ جبکہ آپ مجمع کی دیکھ بھال اور مسلمانوں سے بیہودہ قیل و قال کے بعد خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب سے (جو باوجود سخت مریض اور چلنے پھرنے سے لاچار چارپائی پر بیمار پڑے ہوئے ڈولی میں بیٹھکر مذبح کے متعلق اپنی رائے کا بزبان خود اظہار کرنے کی خاطر وہاں پہنچے تھے) گفتگو کرنے آئے+

کمشنر صاحب کا طریق انتخاب

جو اطلاع مسلمانوں کو ۱۲ بجے پنجگرائیں میں حاضر ہو جانے کی وقت حاضری سے صرف ۵ گھنٹہ قبل ملی تھی۔ اس میں یہ تخصیص نہ تھی۔ کہ اتنے مسلمان آئیں۔ اور فلاں فلاں موضع اور مقام کے مسلمان آئیں۔ اس لئے اتنے تنگ وقت میں قریباً ۸۱ دیہات کے مسلمانوں کو اطلاع ہو سکی۔ جس پر تین ہزار سے زائد ہی مسلمان پنجگرائیں پہنچ گئے۔ اگر ایک دو دن پہلے مسلمانوں کو خبر ہو جاتی۔ تو بیس پچیس ہزار مسلمان کمشنر صاحب کے دربار میں حاضر ہو جاتے۔ لیکن وہاں پہنچکر جو خلاف امید امر دیکھنے میں آیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ کمشنر صاحب نے معلوم کس مصلحت یا کس بناء پر چند ایسے دیہات کی ایک فہرست بناکر حوالہ پولیس کر دی۔ جس میں سکھوں کے وہ دیہات بھی درج تھے۔ جن کا مذبح قادیان سے کوئی بھی تعلق نہ تھا۔ مثلاً مذبح تو قادیان سے دو میل کے فاصلہ پر مشرق میں واقع تھا۔ اور فہرست میں کمشنر صاحب نے قادیان کے مغرب میں جو نانخ پور۔ رجادہ وغیرہ سکھوں کے دیہات ہیں۔ ان کو بھی شامل کر لیا۔ اور مسلمانوں کے وہ دیہات جو مذبح سے بہت قریب واقع تھے جیسے بھانبڑی وغیرہ ان کو نہیں لیا۔ اور اس طرح سکھوں کے دیہات کی زیادہ تعداد رکھی اور مسلمانوں کی کم۔ اور پولیس کو حکم دیا۔ کہ صرف انہیں دیہات مندرجہ فہرست میں سے تین تین نمائندے لئے جائیں۔ اور کوئی نہ آئے۔ چنانچہ پولیس نے اس کے مطابق چند دیہات کے تین تین مسلمان نمائندے بلاکر ملزموں کی طرح کمشنر صاحب کے چبوترے کے گرد زمین پر بٹھا دیئے اور دوسری جانب سکھوں کے دیہات کے نمائندے جما دیئے۔ اتنے میں کمشنر صاحب مجمع کی دیکھ بھال اور مسلمانوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے فارغ ہو کر اس چبوترہ کی طرف تشریف لائے۔ جہاں یہ سب معزز نمائندگان ملزموں کی شان میں زمین پر بٹھائے ہوئے تھے۔ اور جہاں پہنچتے ہی سب کو علم ہوا تھا۔ کہ آپ نہ تو فوٹو گرافر ہیں اور نہ کوئی پولیس آفیسر بلکہ مسٹر فرگوسن صاحب کمشنر ہیں۔

مسٹر فرگوسن صاحب کی آزار رسان پالیسی

کیا ہم کمشنر صاحب کی اس پالیسی کو آزار رساں کہنے میں حق بجانب نہیں۔ کہ جس حال میں کمشنر صاحب نے پہلے سے چند دیہات کی ایک خیالی فہرست تیار کی ہوئی تھی۔ جس کے مطابق ہر گاؤں سے تین تین نمائندے مطلوب تھے۔ تو کیوں نہ پہلے ہی یہ اطلاع دی۔ کہ صرف ان دیہات سے تین تین نمائندے پنجگرائیں میں حاضر ہو جائیں۔ اور کوئی نہ آئے۔ اگر ایسی اطلاع دی جاتی۔ تو پھر یہ تین ہزار سے زائد بیچارے غریب زمیندار اور ہر طبقہ کے معزز اور تعلیم یافتہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمان ایسی طپش کی دھوپ میں آٹھ دس میل پیدل چلکر کیوں جلتے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اطلاع تو عام حاضری کی دی جائے۔ اور جب کثرت سے لوگ یہ اطلاع پاکر حاضر ہو جائیں۔ تو اُن سے بات بھی نہ کی جائے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ کمشنر صاحب نے دانستہ مسلمانوں کی کثیر تعداد کو قلیل کرنا چاہا۔ یہ دیکھ کر کہ مسلمان ہزاروں کی تعداد میں حاضر ہیں۔ اور ہندو دو تین سو سے زائد نہیں۔ تو آپ نے فوراً ایک فہرست بنادی۔ جس میں مسلمانوں کے چند دیہات اور سکھوں کے زیادہ دیہات درج کر کے ان میں سے تین تین نمائندے لینے کا حکم دیا۔ اس طرح مسلمانوں کی ہزاروں کی جماعت میں سے صرف تیس تینتیس آدمیوں کو لیا۔ اور سکھوں کی سینکڑوں کی تعداد میں سے چالیس پچاس کے قریب بلالئے۔ پس اگر فہرست دیہات پہلے سے تیار کی ہوئی ہوتی۔ تو اس کے مطابق ہی لوگوں کو طلب کرنا چاہیئے تھا۔ اور اگر پہلے سے تیار نہ تھی۔ تو عام اطلاع کے مطابق جو طلب ہوئے تھے۔ ان سب کو پیش ہونے کی اجازت دی جاتی۔ یا کم از کم جتنے دیہات کے مسلمان جمع تھے۔ ان سب میں سے ہر گاؤں کے تین تین نمائندے لئے جاتے۔ تو مسلمانوں کو اس شکایت کا موقعہ نہ ہوتا۔ ان کو بلا کر پھر اُن سے کچھ پوچھا نہیں گیا۔ اور یہ فہرست بعد میں بنائی گئی ہے۔ اور اس کا کوئی معقول جواب کمشنر صاحب کے پاس نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس ان کی وہ تحریری اطلاع جو عام حاضری کی تھی موجود ہے۔

کمشنر صاحب کا طرز تحقیقات

ٹھیک بارہ بجے آپ نے چبوترہ پر تشریف لاکر پہلے مسلمان نمائندوں سے یہ سوال پوچھنا شروع کیا۔ کہ

"مذبح کے متعلق آپ کیا چاہتے ہیں۔ بنے یا نہ بنے۔ اور اگر بنے تو کہاں بنے۔ جہاں پہلے تھا وہاں ہی یا دوسری جگہ"

یہ سوال آپ نے اوّل خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب سے کیا۔ جس کا جواب انہوں نے یہ دیا۔ کہ "مذبح ضروری ہے۔ بہتر یہی ہے۔ کہ جہاں تھا۔ وہاں ہی بنے اور اگر وہاں نہیں تو قادیان میں کسی جگہ بنے" خان بہادر کے اس جواب سے کمشنر صاحب کچھ خوش نہ ہوئے۔ کیونکہ ان کی امید کے خلاف یہ جواب تھا۔ جیسا کہ ہندو وکلاء نے ۲۷ر اگست کو اپیل کی سماعت کے وقت اس امر پر بہت زور دیا تھا۔ کہ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب گورنمنٹ پنشنر نے جو ڈپٹی کمشنر بھی رہ چکے ہیں۔ اور قادیان کے نمبردار ہیں "تار دیا تھا۔ کہ میں مذبح بننے پر رضامند نہیں ہوں۔ اور اس تار کا غلط مفہوم لے کر کمشنر کو دھوکہ دیا تھا۔ جس کے لئے خان بہادر باوجود ضعف و بیماری کے اپنے خیال کا بزبان خود اظہار کرنے کو سخت تکلیف اٹھا کر بنگلہ میں پہنچے۔ اور کمشنر صاحب کو صاف جواب دیا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ مذبح بنے خواہ سابقہ جگہ پر خواہ قادیان میں۔ یہ مایوس کن جواب سنکر کمشنر صاحب کو سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا۔ کہ خان بہادر سے یہ سوال کریں۔ کہ آپ احمدی ہیں یا غیر احمدی۔ خان بہادر نے اس کا جواب دیا۔ کہ میں احمدی ہوں۔ تب کسی قدر مسٹر فرگوسن کی تسلی ہوئی۔ اور اپنے ریڈر سے کاغذ لے کر اس میں نوٹ کر دیا۔ کہ خان بہادر احمدی ہیں۔ اس کے بعد سب مسلمان نمائندوں سے جن کی تعداد ۳۰ یا ۳۲ تھی۔ مذبح کا ہی مندرجہ بالا سوال پوچھا۔ سب نے وہی متذکرہ صدر جواب دیا۔ اس کے بعد کمشنر صاحب ہندوؤں اور سکھوں کی طرف گئے اور ان سے پوچھا۔ کہ "تم لوگ کیا چاہتا ہے۔ کہ بوچڑ خانہ قادیان میں بنے یا نہ بنے" ہندو اور سکھوں نے کہا۔ کہ کسی جگہ بھی ہم پسند نہیں کرتے۔ کہ بوچڑ خانہ بنے۔ اس موقعہ پر کمشنر صاحب خود تو چبوترہ پر کرسی بچھوا کر بیٹھ گئے۔ اور اپنے ہندو سررشتہ داروں سے کہا۔ کہ وہ ان سب سکھوں اور ہندوؤں سے پوچھ کر جو جو وہ کہیں سب لکھتا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ مسلمانوں سے تو کمشنر صاحب خود پوچھ کر اپنے الفاظ میں ان کا جواب لکھواتے تھے۔ مگر ہندو و سکھوں کو ہندو ریڈر کے حوالہ کیا۔ جس نے نہایت اطمینان سے کئی ورق پر ہر ایک سکھ اور ہندو کے جواب اور ان کے عذرات و وجوہات جو مذبح نہ بننے کے وہ اپنے زبان سے کہتے تھے قلمبند کر لئے۔ اور پھر کمشنر صاحب نے مسلمان نمائندوں کو شمار کیا تو وہ سکھوں سے زیادہ معلوم ہوئے۔ تو دو تین ایسے دیہات کے سکھ ہندوؤں نے پیش کئے۔ جن کے گاؤں کمشنر صاحب کی فہرست میں درج نہ تھے۔ کمشنر صاحب نے اجازت دی۔ کہ ان کو بھی پیچھے بٹھا دو۔ اور اس طرح سکھوں کی تعداد مسلمانوں سے بڑھالی۔ اور اپنے ریڈر کو حکم دیا۔ کہ جا کر ان کے بیان بھی لکھ لے۔ مگر مسلمانوں کی طرف سے موضع بھانبڑی اور سٹھیالی اور ٹھیکری والہ کے نمایندوں کو جو پولیس نے مسلمان نمائندوں کے پیچھے لاکر تین تین کی تعداد میں بٹھا دیئے تھے۔ باوجود کمشنر صاحب سے عرض کرنے کے کہ ان سے بھی پوچھ لیں جواب دیا۔ کہ یہ ہماری فہرست میں درج نہیں ہیں۔ ہم ان سے کچھ نہیں پوچھتے۔ اور علانیہ آپ نے عدل کے ترازو کو برابر کرنے سے عملی طور پر انکار کر کے ہندو سکھوں کا پلڑا جھکا دیا۔ اور انگریزی انصاف کا اپنے ہاتھوں سے خون بہا دیا۔ اس دوران میں فرگوسن نے جس طرح مسلمان معززین کو بات بات پر دھمکایا۔ اور سایہ میں سے اٹھا کر انہیں سختی سے دھوپ میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس کا تذکرہ نہایت تکلیف دہ اور کمشنر صاحب کے اخلاق کا بھیانک نظارہ ہے۔ جس کو کسی دوسرے وقت عرض کروں گا۔

کمشنر صاحب کے اجلاس میں سکھا شاہی

اپنے منتخب کردہ نمائندوں کے بیانات لکھے جانے کے بعد کمشنر صاحب نے ہندو و مسلمانوں کا ڈیبیٹ کرایا۔ جو نہایت ہی نامناسب اور غلط طریق پر تھا یعنی آپ نے پہلے مسلمان نمائندوں میں سے خاکسار ایڈیٹر فاروق کو اپنی کرسی کے قریب چبوترہ پر بلا کر فرمایا۔ کہ "تم مذبح کے متعلق ہندو اور سکھوں کو مخاطب کر کے تقریر کرو" معلوم نہیں کہ مسٹر فرگوسن صاحب کمشنر نے جو مسلمانوں کے خیالات خود سننے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے لئے بحکم گورنمنٹ پنجاب تشریف لائے تھے۔ ہندو اور دیہاتی سکھوں کو مخاطب کرنے میں کیا خوبی سمجھی۔ عام قاعدہ ادنےٰ سے اعلیٰ عدالتوں تک کا یہ ہے۔ کہ فریقین اپنے اپنے خیالات و عذرات جج کو مخاطب کر کے سنایا کرتے ہیں۔ نہ کہ ایک فریق عدالت کی طرف سے منہ پھیر کر فریق مقابل کی طرف منہ کر کے اس کو اپنے عذرات اور وجوہات سنائے۔ یہ سماعت اپیل کا انوکھا اور نرالا طرز مسٹر فرگوسن کمشنر لاہور کا ہی ایجاد کردہ ہے۔ جس کا نتیجہ بجز اس کے کہ فریقین میں باہمی سخت منافرت اور کدورت و عداوت اور بغض و عناد پیدا ہو+ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بہرحال کمشنر صاحب نے مسلمانوں میں سے صرف خاکسار ایڈیٹر فاروق۔ ایڈیٹر صاحب الحکم اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایم۔ ایل۔ سی کو بحیثیت نمائندگان ہندؤں اور سکھوں کی طرف منہ کر کے اور ان کو مخاطب کر کے مذبح بنائے جانے اور ذبیحہ گاؤ کئے جانے کے وجوہات اور دلائل بیان کرنے کا حکم دیا۔ اور ہندؤوں اور سکھوں میں سے پانچ آدمیوں کو کہا۔ کہ وہ باری باری مسلمان نمائندوں کی تقریروں کی تردید کریں۔ راقم الحروف ایڈیٹر فاروق نے جب تقریر شروع کی۔ تو کمشنر صاحب نے ہر ایک دلیل پر ٹوکنا اور بے ضرورت روکنا شروع کیا۔ اور جب میرے بعد مکرمی عرفانی صاحب پیش ہوئے۔ تو ان کو بھی یہ حکم ملا۔ کہ سکھوں وغیرہ کو اپنی تقریر سنائیں۔ جس کے جواب میں عرفانی صاحب نے عرض کیا۔ کہ ہم اپنے خیالات آپکے سامنے پیش کرنے اور آپ کو سنانے آئے ہیں۔ سکھوں اور ہندؤوں کو تعلیم دینے نہیں آئے۔ تو کمشنر صاحب نے کس قدر غلط جواب دیا۔ کہ ہم تو پہلے ہی تعلیم یافتہ ہیں ان لوگوں کو سمجھاؤ۔ عرفانی صاحب نے عرض کیا۔ کہ اگر ہمارے سمجھانے سے یہ سمجھ سکتے۔ تو کمشنر صاحب کے پاس اپیل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کو تو آپ نے سمجھانا ہے اور ہم سے آپ نے سمجھنا ہے۔ اس کے بعد عرفانی صاحب نے اپنی تقریر مذبح کے متعلق شروع کی۔ تو مسٹر فرگوسن نے قدم قدم اور لفظ لفظ پر مناظرہ شروع کر دیا۔

اور اب

کمشنر صاحب جج کی حیثیت چھوڑ کر ہندوؤں اور سکھوں کے وکیل بنگئے

اور عرفانی صاحب کی تقریر پر بالکل غلط جرح کرتے رہے۔ مثلاً پہلی بات عرفانی صاحب نے یہ کہی۔ کہ ذبیحہ گاؤ ہم مسلمانوں کا پیدائشی اور مذہبی اور اقتصادی حق ہے۔ جس سے ہم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ ایسی کھلی اور صاف بات تھی۔ کہ جسکے تسلیم کرنے میں کسی عقلمند کو انکار کی گنجائش نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہب میں گائے حلال ہے۔ اور ابتداء اسلام سے آج تک ہر فرقہ کے مسلمان گائے کو ذبح کرتے اور کھاتے آئے ہیں۔ اس وقت بھی تمام ہندوستان و پنجاب میں گائے ذبح ہوتی ہے مذبح موجود ہیں۔ دکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ قادیان میں یہ کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوتی تھی کہ گائے ذبح کی جائے۔ مگر حیرت ہے۔ کہ گورنمنٹ کا اعلیٰ عہدہ دار کمشنری کی کرسی پر بیٹھا ہوا کہتا ہے کہ

"نہیں نہیں۔ یہ حق کا بات نہیں۔ تمہارا کوئی حق نہیں"

عرفانی صاحب نے ہر طرح اس امر کو مسٹر فرگوسن کو سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ گائے کا ذبح کرنا اس کا گوشت کھانا ہمارا حق ہے۔ کیونکہ ہم کو مذہب نے اس کی اجازت دی ہے۔ اور کسی شخص کا حق نہیں۔ کہ ہم کو ہماری خوراک سے روکے۔ مگر کمشنر صاحب کی سمجھ میں نہ آیا۔ آخر مجبور ہو کر ایک مثال دیکر صاحب بہادر کو سمجھایا۔ کہ آپ پورک (لحم الخنزیر) کھاتے ہیں۔ مسلمان اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ مگر کسی کا حق ہے۔ کہ آپ کو اس خوراک سے روکے اور برا منائے؟ تب مسٹر فرگوسن نے اس مثال سے عرفانی صاحب کا مطالبہ حق کسی قدر سمجھ لیا۔ مگر ایک پُر لطف جواب بھی کمشنر صاحب نے اس کے متعلق عرفانی صاحب کو دیا۔ جو ناظرین فاروق کی دلچسپی اور کمشنر صاحب کی سخن فہمی کی داد دینے کے واسطے یہاں نقل کرتا ہوں۔ مسٹر فرگوسن صاحب نے فرمایا:۔

"نہیں نہیں ہم ولایت کا پورک کھاتا ہے۔ انڈیا کا پورک کیڑے والا ہے جو ہم نہیں کھاتا۔ ولایت میں ایک دفعہ اس کے گوشت میں کیڑا نکلا تھا۔ کئی سو خنزیر ضائع کرنا پڑا۔ اور بارہ سال تک اس کا کھانا بند رکھا!!"

معلوم نہیں اس ڈیفنس کی آپ کو کیا ضرورت پیش آئی۔ شاید آپ کا یہ منشاء تھا کہ مسلمان بھی ولایت کا بیف (گائے کا گوشت) کھایا کریں۔ ہندوستان کا بیف کیڑے والا ہوتا ہے۔ مگر ہم نے چھاؤنیوں میں تو لاکھوں ہندوستانی گائے انگریزوں کے واسطے ذبح ہوتی دیکھی ہیں جن کو انگریز کھاتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے آگے عرفانی صاحب کی جو تقریر ہوئی۔ اس کو میں ناظرین فاروق کی تفنن طبع کے لئے کمشنر اور عرفانی کے جدا جدا نام سے باختصار نقل کر دوں:۔

کمشنر صاحب اور عرفانی کا بقیہ مکالمہ

عرفانی:۔ مجھے اس سے بحث نہیں۔ کہ آپ ولائتی پورک کھاتے ہیں۔ یا دیسی جو آپ کا جی چاہے کھائیں۔ میں اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور اسے حرام یقین کرتا ہوں۔ اس پر بھی میں آپ کو منع کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ ولائتی پورک کے استعمال سے آپ کا حق بڑھ نہیں جاتا۔ اور دیسی گائے کے کھانے سے میرا حق گھٹ نہیں جاتا۔

کمشنر:۔ ولائتی پورک میں کیڑے نہیں ہوتے۔

عرفانی:۔ میں طبی نقطہ خیال سے پورک کے متعلق بحث کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ لیکن آپ نے از خود یہ ذکر چھیڑ دیا ہے۔ تو میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے ولائتی ڈاکٹروں نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ پورک میں بعض اس قسم کے جراثیم ہوتے ہیں۔ جن سے ایک قسم کا بخار پیدا ہوتا ہے۔

کمشنر:۔ ہاں بعض ڈاکٹر کہتے ہیں۔ مگر ہم جو پورک کھاتے ہیں۔ اس میں ایک بھی کیڑا نہیں ہوتا:۔

عرفانی:۔ میں اس بحث میں نہیں پڑتا۔ اصل معاملہ پر آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ آپ کا حق ہے۔ کہ آپ پورک کھائیں۔ اس میں کیڑے ہوں یا نہ ہوں۔ کسی دوسرے کا حق نہیں۔ کہ آپ کو منع کرے۔ اسی طرح کسی دوسرے کا حق نہیں۔ کہ ہمیں گائے کے کھانے سے منع کرے۔ ہم اپنے اس حق کو نہیں چھوڑ سکتے۔

کمشنر:۔ آپ کا کوئی حق نہیں۔ جب تک ہم منظور نہ کرلیں ÷

عرفانی:۔ میں ادب سے آپ کے ساتھ اختلاف کرتا ہوں۔ گائے کا گوشت کھانے کے متعلق ہم کو آپ سے یا کسی سے ہرگز منظوری لینے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ آپ کے منع کرنے سے ہم رک سکتے ہیں۔ ہاں ایک بات ہے۔ کہ اس کے فروخت کرنے کے لئے قانونی اجازت کی ضرورت ہے۔ اور قادیان کے مذبح کے متعلق وہ قانونی حق بھی ہم کو حاصل ہو چکا ہے۔ اس کی منظوری مل چکی ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہم کو قانونی حق بھی حاصل ہو گیا ہے۔ مگر میں اس کی صراحت کرتا ہوں۔ کہ کھانے کے متعلق کوئی پابندی قانونی کبھی اور کسی حال میں عائد نہیں کی جا سکتی اور نہ اس کا کسی حکومت کو اختیار ہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ کمشنر کے بنگلہ پر گائے کا گوشت جاوے تو اس کے لئے کوئی پابندی نہ ہو۔ آپ جب چاہیں اور جو چاہیں کھالیں۔ گورنر صاحب کی کوٹھی پر جائے۔ تو کوئی اعتراض نہیں۔ مگر جب میرے گھر میں جائے۔ تو آپ یا کوئی اور اعتراض کرے۔ کہ تم کیوں کھاتے ہو۔ اور یہ کہا جاوے۔ کہ تمہارا حق نہیں۔ اس کو نہ میں اور نہ کوئی اور تسلیم کر سکتا ہے۔ نہ ایسے قانون کو سمجھ سکتا ہے۔

کمشنر:۔ دیکھو۔ ہمارا یا گورنر کا نام مت لو ÷

عرفانی:۔ مجھے معلوم نہیں کہ قانون آپ کے یا گورنر کے لئے جدا ہے۔ میں یہی سمجھتا تھا۔ کہ قانون سب کے لئے ایک ہے۔ اگر آپ یہ پسند نہیں کرتے۔ تو میں نام نہیں لیتا۔ مگر میں اسے کبھی تسلیم نہیں کرتا۔ کہ یہ میرا حق نہیں ہے (اس موقعہ پر کمشنر نے عرفانی صاحب کی تقریر میں مداخلت چھوڑ دی۔ اور پھر انہوں نے مسلسل تقریر کی)

عرفانی:۔ میں پھر اصل مطلب کو شروع کرتا ہوں۔ کہ گائے کا گوشت کھانا میرا پیدائشی حق ہے۔ پس سوال یہ نہیں۔ کہ ہمیں اس گوشت کو استعمال کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اور اس حق کو استعمال کرنا چاہیئے یا نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ اس حق کو استعمال کس طرح کرنا ہے۔ جہاں تک اخلاق اور ہمسایوں کے ساتھ بہترین سلوک کا سوال ہے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ ہمیں اس حق کو ایسے طور پر استعمال کرنا چاہیئے۔ جو کسی کے لئے موجب نفرت نہ ہو یہ ہمارا ایک اخلاقی فرض ہے۔ اب مذبح کے متعلق آپ دیکھیں۔ کہ ہم نے کس قدر احتیاط کی ہے۔ اُسے آبادی سے دُور بنایا ہے۔ چاروں طرف سے محدود کیا ہے۔ اور ایسے وقت گائیں ذبح ہوتی تھیں۔ کہ کسی کو پتہ بھی نہ ہو۔ اور خاموشی کے ساتھ صبح سویرے وہ دوکان میں پہنچا دی جاتی تھیں۔ دوکانیں خالص اسلامی محلہ میں واقعہ تھیں۔ باوجود ان احتیاطوں کے اگر ہمارے اس حق پر حملہ کیا جاوے۔ تو یہ قانون۔ عام اخلاق اور انسانیت کے خلاف ہے ÷

اب میں آپ کے نوٹس میں یہ بات لانی چاہتا ہوں۔ کہ جن لوگوں سے آپ نے مذبح کے خلاف بیانات لئے ہیں۔ یہ سب کے سب قادیان سے مغرب میں ہیں۔ اور مذبح قادیان سے دو میل کے قریب مشرق میں ہے۔ گویا یہ لوگ مذبح سے کم از کم تین چار میل کے فاصلہ پر ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ان کے بیانات کیا اثر رکھ سکتے ہیں۔ یہ اتنے فاصلہ سے کیا صرف مذبح کو دیکھنے جاویں گے +

کمشنر:۔ میرے پاس نقشہ ہے۔ کون سے گاؤں مغرب میں ہیں۔

عرفانی:۔ میں آپ کے نقشہ کو کیا کروں۔ میں خود موقعہ کو جانتا ہوں۔ اور میرا دیکھا ہوا ہے۔ منصور کے۔ رام پور۔ رجادہ یہ سب مغرب میں ہیں۔ اور ڈلہ جنوب مغرب میں ہے۔

کمشنر:۔ نہیں۔ نہیں۔

عرفانی:۔ اتنا جغرافیہ میں جانتا ہوں۔ اور حدود کو سمجھتا ہوں۔ اور موقعہ پر دکھا سکتا ہوں۔

کمشنر:۔ ادھر آؤ۔ میرا نقشہ دیکھو +

عرفانی:۔ میں آپ کے نقشہ پر کسی بات کا حصر نہیں کرتا نہ اس کی صحت اور عدم صحت کا ذمہ دار ہوں۔ یہ کہکر میں کمشنر صاحب کے اصرار پر آگے بڑھا۔ اور کمشنر صاحب نے نقشہ میں مجھے قادیان لکھا ہوا دکھایا۔ اور کہا کہ دیکھو Q کے اوپر رجادہ لکھا ہوا ہے۔ یہ مغرب میں کیسے ہوا؟

عرفانی:۔ میں اس منطق کو نہیں سمجھ سکتا۔ کہ قادیان کے Q کے اوپر اگر کوئی گاؤں دکھایا جاوے۔ تو وہ مشرق میں ہو جاوے۔

کمشنر:۔ اچھا بیان کرو ÷

عرفانی:۔ میں نے بتایا ہے۔ کہ جن دیہات کے نمائندوں کو آپ نے مخالفت کے لئے چنا ہے۔ وہ مغرب میں ہیں۔ اور مذبح مشرق میں۔ اس لئے ان کی دل آزاری کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

کمشنر:۔ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب یہ کپلنگ کہتا ہے۔

عرفانی:۔ اگرچہ کپلنگ مذبح کے معاملہ میں کوئی قانونی اتھارٹی نہیں۔ مگر آپ نے جو شعر کپلنگ کا پڑھا ہے۔ یہ میری تائید میں ہے۔ کہ مغرب کے لوگوں کو مشرق میں واقع شدہ مذبح سے تعلق نہیں۔ اس پر کمشنر صاحب کچھ مسکرائے۔ اور کہا اچھا اور کہو۔

عرفانی صاحب نے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ سب سے بڑی دلیل جو اس وقت آپ کے سامنے دی گئی ہے۔ وہ ارجن نمبردار رجادہ نے دی ہے۔ کہ مذبح پر چیلیں آئیں گی۔ اور وہ بیٹ کریں گی۔ اور ہمارے مویشی کھا کر مر جائیں گے۔ اس دلیل پر تو ہنسی آتی ہے۔ کہ چیلیں مشرقی مذبح پر آئیں گی۔ اور رجادہ جا کر مویشیوں کے لئے بیٹھ کریں گی۔ جسے کھا کر وہ مریں گے مگر میں کہتا ہوں۔ چیلیں آئیں گی ہی نہیں۔ چیل تو اس جگہ آئے گی۔ جہاں مردار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا کوئی مادہ چھوڑ دیا جاوے۔ مذبح میں تو گوشت یا ہڈی یا انتڑی وغیرہ کچھ بھی نہیں رہے گا۔ پھر وہ کیوں آئیں گی۔ علاوہ بریں چیلیں کیا اب نہیں آتی ہیں کوئی جانور مر جاتا ہے۔ تو اس کی کھال اُتار کر لوگ اس کو پھینک دیتے ہیں۔ وہ پڑا سڑتا ہے۔ تو چیلیں جمع ہو جاتی ہیں۔ اب تک کتنے مویشی ان کے سبب سے مر گئے ہیں۔ یہ محض لغو بات ہے۔

کمشنر:۔ میں نے جالندھر کی میونسپلٹی کو مشورہ دیا تھا۔ کہ خاردار تار لگاؤ۔ اور ایک جالی بوچڑخانہ پر ہو۔ (کمشنر صاحب چونکہ جالندھر میں ڈپٹی کمشنر تھے۔ اس لئے آپ کو جالندھر یاد آیا)

عرفانی:۔ مجھے معلوم نہیں۔ جالندھر کی میونسپلٹی نے آپ کے مشورہ کو مانا یا نہیں مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اگر آپ مذبح پر اس قسم کی تار یا جالی ہی کو پسند کرتے ہیں۔ تو میں اپنی جماعت کو آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے کہوں گا۔

کمشنر:۔ نہیں میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتا۔

عرفانی:۔ رائے کا سوال نہیں۔ میں آپ کے جالندھری مشورہ کو لیتا ہوں۔ اگر اسی قسم کی شرائط مذبح کے سینی ٹیشن کے لئے ضروری ہیں۔ تو قابل قدر ہیں۔ پس محض چیلوں کے ذہنی خوف سے بوچڑخانہ رُک نہیں سکتا۔ یہ ایک لغو بات ہے۔ جو آپ کے سامنے کہی گئی ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا۔ اسے کوئی اہمیت دی جا سکتی ہے۔ اور کوئی دلیل اس مذبح کے خلاف آپ کی طرف سے اس وقت تک پیش نہیں کی گئی۔ برخلاف اس کے میں کہتا ہوں۔ کہ ہماری ضروریات تقاضا کرتی ہیں۔ کہ یہاں مذبح ہو۔ قادیان کی آبادی اتنی بڑھ گئی ہے۔ کہ سال ٹون کمیٹی قائم کرنی پڑی۔ اور اس آبادی میں مسلمانوں کی تعداد ۸۰ فیصدی سے زیادہ ہے۔ اور ہزارہا مسلمان آتے رہتے ہیں۔ اس کے اردگرد جو دیہات ہیں وہ سب مسلمانوں کے ہیں۔ ان کی اقتصادی ضروریات بوچڑخانہ کی ضرورت پر زبردست دلیل ہیں۔ اس لئے یہ مذبح قائم رہنا چاہیئے۔ اگر کسی وجہ سے یہ جگہ مناسب نہ ہو۔ تو جگہ تبدیل کر دی جاوے۔

ایڈیٹر فاروق اور مسٹر فرگوسن

اس جگہ میں اپنی تقریر کا خلاصہ اور کمشنر صاحب کی اس پر جرح بھی نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ ہندو اور سکھوں کو ہمارے استدلال کا پتہ لگ جائے۔ کہ کن دلائل پر ہم ذبیحہ گاؤ کو اپنا حق سمجھتے اور قادیان کے مذبح کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ کمشنر صاحب نے مجھے فرمایا۔ کہ سکھوں کی طرف منہ کر کے ان کو اپنی تقریر سناؤ۔ تو میں نے اس طرح تقریر شروع کی۔ کہ:۔

"تمام ہندوستان میں جب سے عملداری انگریزی ہوئی ہے۔ مسلمان برابر اپنا یہ حق پاتے رہے ہیں۔ کہ وہ گائے کو ذبح کریں۔ اور اس کا گوشت کھائیں۔ پنجاب کے تمام بڑے بڑے شہر اور قصبات میں ذبیحہ گاؤ ہوتا ہے۔ اور اس کی دکانیں بازاروں میں موجود ہیں۔ جیسے کہ دیگر مقامات کے مسلمان ذبیحہ گائے کا حق رکھتے ہیں۔ ویسے ہی قادیان کے مسلمانوں کا بھی یہ حق ہے۔ اس حق سے تبھی وہ روکے جا سکتے ہیں جبکہ مسلمانان قادیان کے حقوق کے لئے کوئی خاص اور علیحدہ قانون گورنمنٹ کی طرف سے بنایا گیا ہو۔ کہ قادیان کی مسلمان رعایا۔ ان حقوق سے محروم کر دی گئی ہے۔ جو تمام دیگر مسلمان رعایائے گورنمنٹ برطانیہ کو انڈیا میں حاصل ہیں۔ اور ہندو سکھ باشندگان قادیان و دیہات قرب و جوار قادیان کو بمقابلہ بٹالہ۔ کلانور۔ امرتسر۔ لاہور وغیرہ مقامات کے ہندوؤں سے زائد حقوق دیئے گئے ہیں۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ قادیان میں مذبح کا ہونا اس قانون خاص مختصہ بقادیان کے خلاف سمجھا جائے۔ لیکن چونکہ ایسا کوئی قانون خاص قادیان کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہی ایک قانون قادیان میں بھی نفاذ پاتا ہے۔ جو تمام دیگر مقامات مقبوضہ برٹش گورنمنٹ انڈیا میں نافذ ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ چند لوگوں کے کہنے سے جنہوں نے گورنمنٹ کے قانون کو توڑ کر اور سکھا شاہی کر کے ذمہ دار ملازمان پولیس کے سامنے دن دہاڑے مذبح گرا دیا قادیان میں مذبح کا ہونا قابل اعتراض قرار دیا جائے۔ اگر محض اس طرح چند شوریدہ لوگوں کے فعل ناجائز کی وجہ سے قادیان کا مذبح بند کیا جا سکتا ہے۔ تو آئندہ امید رکھنی چاہیئے۔ کہ دیگر مقامات کے مذبحے بھی عنقریب منہدم کر کے مسلمانوں کے اس حق جائز اور واجب کو جبراً چھین لیا جائے گا۔ ہم نے قانون کا بہت احترام کیا۔ ہم نے باوجود اس حق کے کہ ہم اپنی ضروریات کے مطابق ذبیحہ گاؤ اپنے گھروں میں کر سکتے ہیں۔ ہم نے باقاعدہ درخواست دیکر ضلع کے حاکم مجاز سے لائسنس حاصل کئے۔ حاکم با اختیار کی مجوزہ جگہ پر مذبح بنایا۔ جہاں پر تین چار روز تک گائے ذبح ہوتی رہی۔ اس تمام مکمل اور باضابطہ حصول اجازت کے بعد قادیان کے چند سرکش اور امن شکن ہندوؤں اور سکھوں نے قرب و جوار کے دیہات کے ان جاہل سکھوں کو جن کا اس مذبح سے دُور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ اشتعال دلا کر مذبح مسمار کرا دیا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ جو مذبح ایسے مقام پر بنایا گیا۔ جہاں ہندوؤں کی کوئی آبادی نہیں۔ مسلمانوں کے دیہات اس کے اردگرد ہیں۔ قادیان سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس سے ان لوگوں کو کیوں تکلیف ہوئی۔ اگر صرف قادیان میں ہی مذبح بنایا گیا ہوتا۔ اور تمام ہندوستان اور پنجاب میں کسی جگہ مذبح نہ ہوتا۔ تو کہا جا سکتا تھا۔ کہ اس سے ہندوؤں کو تکلیف ہوئی ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے۔ کہ یہاں سے قریب ہی بٹالہ میں ایسی نمایاں جگہ پر بوچڑخانہ بنا ہوا ہے۔ جس کو ہر ایک ہندو آتا جاتا ہر وقت دیکھتا ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی شور و شر اور واویلا نہیں کیا جاتا۔ نہ بٹالہ ہندوؤں سے خالی ہے۔ نہ بٹالہ کے ہندو اس سے بے خبر ہیں۔ کہ یہاں بوچڑخانہ بر سر راہ موجود ہے۔ اس لئے ان لوگوں کا یہ شور و غوغا قطعاً بے سود ہے۔ اور یہ مسلمانوں کے ایک مذہبی حق کو چھین لینا چاہتے ہیں۔

کمشنر:۔ ان دیہاتی سکھوں کو اس لئے تکلیف ہوتا ہے۔ کہ ان کے مذہب میں گائے کا مارنا بہت بڑا ہے۔

ایڈیٹر فاروق:۔ یہ تکلیف صرف قادیان کے مذبح سے ہی نہیں ہو سکتی بٹالہ وغیرہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقامات کے مذبح سے بھی ہونی چاہیئے۔ اور سکھوں کے مذہب میں گائے کی کوئی عظمت نہیں ہے۔ جیسا کہ اکالی اخبار سکھوں کا لکھ چکا ہے۔ سکھوں کے نزدیک گائے۔ بھینس۔ بکری سب کی یکساں حیثیت ہے۔

کمشنر:۔ پھر یہ لوگ کیوں مخالفت کرتا ہے۔

ایڈیٹر فاروق:۔ ان کی مخالفت قادیان کے ہندو اور سکھوں کے اشتعال دلانے سے ہے۔ ورنہ ان کو قادیان کے مذبح سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ گاؤکشی سے کوئی مخالفت۔ ورنہ امرتسر میں جو سکھوں کا مرکز ہے۔ کبھی مخالفت ہوتی۔ وہاں کبھی نہیں ہوئی۔

کمشنر:۔ قادیان سے کون کون لوگ ان کو اشتعال دلاتا ہے؟

ایڈیٹر فاروق:۔ یہ جو سامنے کھڑے ہیں۔ پرتاب سنگھ۔ گوربخش سنگھ۔ دولت رام امرناتھ۔ دھرت رام۔ مہاتما کرم چند آریہ۔ میلا بھلہ وغیرہ سکھوں کے دیہات میں جا جا کر جلسے کر کے ان کو قانون شکنی پر آمادہ کرتے ہیں۔ ان کی سازش سے ہی مذبح گرایا گیا۔

کمشنر:۔ ۱۹۱۵ء اور ۱۹۲۴ء میں دو دفعہ پہلے ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے کیوں مذبح کی اجازت نہیں دیا۔ اور درخواست ذبیحہ گاؤ کو نامنظور کیا۔

ایڈیٹر فاروق:۔ ۱۹۱۵ء کا مجھے علم نہیں۔ کیونکہ میں اس وقت قادیان میں نہ تھا ۱۹۲۴ء میں قادیان میں کسی مذبح کے لئے درخواست نہ تھی۔ بھینی بانگر میں گاؤکشی کے واسطے ایک شخص نے درخواست دی تھی۔ جو صرف اس بنا پر نامنظور ہوئی۔ کہ بھینی کے باشندوں نے ہندوؤں سے ڈر کر اپنے گاؤں میں مذبح بننے سے انکار کر دیا تھا۔ ورنہ اور کوئی وجہ نامنظوری ذبیحہ گائے کی نہ تھی۔ قادیان والوں کی طرف سے اس سے پہلے کبھی آج تک ذبیحہ گاؤ کی درخواست نہیں گذری۔ قادیان والوں نے صرف اب درخواست دی تھی۔ جو منظور ہو گئی۔

مسلمان نمائندوں کی تقریروں سے کمشنر صاحب کی بے رخی

مہری اور عرفانی صاحب کی تمام تقریریں سے مسٹر فرگوسن صاحب کو کوئی بھی دلیل پسند نہ آئی۔ کیونکہ آپ نے ہماری تقریروں سے ایک لفظ بھی نوٹ کرنے یا کرانے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ البتہ ہماری دو تقریروں کے جواب میں ہندو اور سکھوں میں سے پانچ نمائندوں کو تقریر کرنے کی اجازت دی۔ اور ان میں سے ہر ایک کی تقریر پر کمشنر صاحب سر ہلا ہلا کر بغیر کسی جرح قدح اور روک ٹوک کے اظہار پسندیدگی فرماتے تھے۔ اور ان کی ہر ایک دلیل کو نوٹ کرنے کا اپنے ہندو ریڈر کو حکم دیتے تھے۔ جس سے سکھوں اور ہندوؤں کو اپنی دلیلوں کی معقولیت اور مقبولیت کا ساتھ کے ساتھ ہی اندازہ ہوتا جاتا تھا۔ چونکہ ان پانچ نمائندوں نے مذبح نہ ہونے کے متعلق پانچ ایسی زبردست دلیلیں بیان کی تھیں۔ جن کو اہل علم وعقل اور قانون دان اصحاب کی واقفیت اور اضافہ علم کے واسطے نقل کیا جانا ضروری ہے۔ اس لئے میں ان پانچوں دلیلوں کو ذیل میں درج کر دیتا ہوں۔ ان پانچ نمائندوں میں سے دو تو قادیان کے باشندے تھے۔ ایک اکالی اور ایک برہمن اور تین دیہاتی سکھ تھے۔

سکھوں اور ہندوؤں کے پانچ نمائندوں کی پانچ دلیلیں

پہلی دلیل:۔ ہماری قادیان میں دکانیں ہیں۔ اور یہ اردگرد کے دیہاتی سکھ قادیان میں ہم سے سودا خریدنے آتے ہیں۔ جب ان کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ قادیان میں گائے ذبح ہوتی ہے۔ اور وہاں بوچڑخانہ بنایا گیا ہے۔ تو یہ لوگ قادیان کی طرف سودا لینے کے لئے منہ بھی نہ کریں گے۔ اس سے ہماری تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ **اس لئے قادیان میں بوچڑخانہ نہیں ہونا چاہیئے۔**

فاروق۔ اس دلیل کی معقولیت کو سوائے کمشنر صاحب کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ کمشنر صاحب نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ ورنہ اس پر ممکن ہے۔ کوئی دوسرا سنکر یہ جواب دیتا۔ کہ یہ سودا خریدنے والے اور خود سودا بیچنے والے دکاندار امرتسر بٹالہ وغیرہ بھی خرید و فروخت کے لئے جایا کرتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہاں بوچڑخانہ کا ہونا ان سب کو نہ صرف معلوم ہے۔ بلکہ آتے جاتے ان کی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ مگر کمشنر صاحب کو یہ دلیل بھی اچھوتی معلوم ہوئی۔ اور آپ نے اس کو نوٹ کرا لیا۔

دوسری دلیل۔ قادیان میں بوچڑخانہ بننے سے۔ بدمعاش چوروں کو یہ موقع ملے گا۔ کہ وہ ہمارے دو۔ دو سو روپیہ کے بیل چرا کر بوچڑخانہ میں جا کر بیچ دیا کریں گے۔ اس سے ہم کو زراعت کرنے میں بہت دقت ہوگی۔ ایک تو دو سو کا بیل جائے گا۔ دو سو روپیہ اور خرچ کر کے ہمیں دوسرا بیل لینا پڑے گا۔ یہ نقصان مالی برداشت نہیں ہو سکے گا۔ **اس لئے قادیان میں بوچڑخانہ نہیں بننا چاہیئے۔**

فاروق:۔ یہ دلیل تو کمشنر صاحب کو پہلی سے زیادہ وزندار معلوم ہوئی اور جلدی ہی اس کو نوٹ کر لیا۔ ایسا نہ ہو کہ بھول جائے۔ گو اس پر جرح ہو سکتی تھی۔ کہ بیلوں کو چوری کرنے والے بٹالہ لے جا کر نہ فروخت کر دینگے۔ کیا چوری کا انتظام پولیس نہیں کر سکتی۔ جس کا فرض ہے۔ اور جہاں جہاں بوچڑخانہ ہیں۔ وہاں بھی چوروں کے بیل جاتے ہیں یا نہیں۔ اگر جاتے ہیں۔ تو ان کو بند کرانا چاہیئے۔ اور اگر نہیں جاتے۔ تو یہاں بھی نہیں آئینگے وغیرہ وغیرہ بہت کچھ کہا جا سکتا تھا۔ مگر نہیں۔ کیونکہ کمشنر صاحب کو ہندوؤں کی ناراضگی کا بہت احساس تھا۔ نیز چوری کرنے والے

تیسری دلیل:۔ بوچڑخانہ ہونے سے چیلیں (زغن وکرگس) آئیں گے۔ وہ بوچڑخانہ سے گوشت کھا کر ہمارے کھیتوں میں جا کر بیٹھ کریں گے۔ اس بیٹھ سے ہماری کھیتی جل جائیگی۔ اور ہمارے مویشی اس بیٹھ کو کھا کر مر جائیں گے۔ اس طرح بہت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نقصان ہوگا۔ لہذا قادیان میں بوچڑخانہ نہ ہونا چاہیئے۔

فاروق:۔ اس دلیل کو مسٹر فرگوسن نے کل سرسید سے بھی بڑھ کر سمجھا۔ کیونکہ اِلّی چیل کا بوچڑخانہ میں آپ کا مخصوص جالندھری مشاہدہ تھا۔ جب کہ آپ جالندھر میں ڈپٹی کمشنر تھے۔ اس لئے یہ دلیل تو گویا آنکھیں بند کر کے قبول کرنے کے قابل تھی۔ چنانچہ آپ نے اس دلیل کو ایک خاص امتیاز بخشا۔ اور نہایت صحت اور احتیاط کے ساتھ نوٹ کیا۔ اگر کوئی ناواقف انسان جس نے کبھی بوچڑخانہ پر چیلیں آتی نہ دیکھی ہوتیں۔ اس دلیل کو سنتا تو ممکن ہے۔ وہ یہ کہہ دیتا۔ کہ یہاں سے قریب ہی بٹالہ کے بوچڑخانہ کی چیلیں بھی ایسی خلاف قانون حرکت کرتی ہیں یا نہیں؟ وہاں بوچڑخانہ کے اردگرد کی زراعت جل کر تباہ و برباد ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اور ان کھیتوں کے زمینداروں کے مویشی زندہ ہیں یا مر گئے۔ محکمہ زراعت کی طرف سے کبھی ایسی رپورٹیں شائع ہوئی ہیں۔ کہ فلاں مقام کے بوچڑخانہ سے چیلوں نے مستفید ہو کر آس پاس کی کھیتی باڑی جلا کر خاک کر دی ہے۔ اور زمینداروں کے مال مویشی ان کی بیٹھ کھا کھا کر مر گئے ہیں؟ اور لطف کی بات یہ ہے۔ کہ اس برہان قاطع کے بیان کرنے والا وہ شخص تھا۔ جس کا گاؤں اور اراضی بوچڑخانہ سے چار میل کے فاصلہ پر جانب مغرب واقع ہے۔ بوچڑخانہ قادیان سے دو میل مشرق میں مسلمانوں کے گاؤں بھینی کے پاس بنا تھا۔ سب سے زیادہ یہ خطرہ تو بھینی کے زمینداروں کو ہونا چاہیئے تھا۔ جن کے مال مویشی اور کھیتی باڑی بوچڑخانہ کے اردگرد تھی۔ مگر یہ خطرہ جو پیدا ہوا تو بجادہ کے نمبردار کو جو بوچڑخانہ سے چار میل دور رہتا ہے۔ معلوم نہیں چیلوں کی خاصیت کا یہ تجربہ اس کو کس بوچڑخانہ کے ذریعہ ہوا تھا؟

چوتھی دلیل:۔ ہمارے گاؤں میں مسلمان رہتے ہیں۔ وہ قادیان سے گائے کا گوشت کھانے کو خرید کر لے جائیں گے۔ اور کہا کر اس کی ہڈیاں پھینکیں گے۔ ان کو دیکھ کر سکھوں کو غصہ آئے گا۔ اور وہ ان کو مار دینگے۔ اور بہت فساد ہوگا۔ **اس لئے قادیان میں مذبح نہ بننا چاہیئے۔**

فاروق۔ اس دھمکی پر بجائے اس کے کہ کمشنر صاحب اس کو ڈانٹتے۔ کیونکہ اس کے بیان کرنے والا ایک ملٹری سکھ پنشنر جمعدار تھا۔ جو گورنمنٹ کی حکومت سے بخوبی واقف تھا۔ مگر مسٹر فرگوسن نے اس کو بھی نہایت ٹھنڈے دل سے سن کر لکھ لیا۔ واقعی یہ دلیل اسی قابل تھی۔ کہ مسٹر فرگوسن صاحب جیسے کمشنر کے سامنے ہی پیش کی جائے۔ جہاں سکھا شاہی کا دور دورہ تھا۔

پانچویں دلیل:۔ ہماری گذر اوقات گائے بھینس بیل پر ہے۔ اس سے ہی ہم کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ بوچڑخانہ ہونے سے بچھڑے۔ بچھڑیاں۔ گائے۔ بھینس وغیرہ ذبح کئے جاویں گے۔ اور مویشی کم ہو جائیں گے۔ پھر ہم لوگ کس طرح اپنا گذارہ کریں گے۔ **اس لئے بوچڑخانہ نہ ہونا چاہیئے۔**

فاروق۔ یہ ہندو اور سکھوں کے نمائندوں کی آخری دلیل تھی۔ جو پہلی دلیلوں کی طرح نہایت ہی عام فہم ہے۔ تاہم اس کی معقولیت کا اندازہ صحیح طور پر تو اس وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ گورہ فوجوں اور انگریزوں کے چھاؤنیوں میں جا کر ان بچھڑے بچھڑیوں۔ گینی گائے اور بھیڑی کو دیکھا جائے۔ جو وہاں ذبح کی جاتی ہیں۔ قادیان کے بوچڑخانہ پر تو اس کا اطلاق بے محل ہے۔ اس آخری دلیل پر ہی کمشنر صاحب نے کارروائی کو ختم کر دیا۔

کمشنر صاحب کا قانون اور انصاف کے خلاف رویہ

عام طور پر یہ دستور ہے۔ اور قانون بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ کہ پہلی تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ دوسری جواب مدعا علیہ کی اس کے بعد تیسری اور آخری تقریر جواب الجواب میں مدعی کی۔ یہی انصاف کا تقاضا ہے۔ کہ پہلے اور آخری تقریر مدعی کی ہو۔ اسی خیال سے ہم منتظر تھے۔ کہ کمشنر صاحب نے چونکہ مسلمانوں کے صرف تین نمائندوں کو بولنے کا موقعہ دیا ہے۔ اور ہندو سکھوں کے پانچ نمائندوں کو اب ان کے جواب الجواب کے لئے حسب قاعدہ ہم کو اجازت دی جائے گی۔ کہ ہم ان کی دلیلوں کا جواب الجواب دیں۔ اور یہ حق ہمارا اس لئے بھی تھا کہ ہم نے اپنی تقریروں میں اپنے حق کا اظہار کر کے اس کے دلائل دیئے تھے۔ کہ ذبیحہ گاؤ ہمارا مذہبی حق ہے۔ اس میں دست اندازی جائز نہیں۔ ہم کو ہمارا حق دیا جائے۔ اور ہندوؤں نے بجائے ہمارے حق کو ناحق ثابت کرنے اور مذہبی حق میں کسی قسم کی دست اندازی کرنے کے دلائل دینے اور اسکے مقابلہ میں اپنا مذہبی حق ثابت کرنیکے کہ ان کو بھی مذہب کی رو سے قانوناً یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ گاؤکشی کو بند کرا دیں۔ وہ باتیں پیش کیں۔ جن سے کوئی اپنا مذہبی حق ثابت نہیں کیا۔ بلکہ یہ بیان کیا۔ کہ مذبح بننے سے ہمارا یہ نقصان ہوگا۔ وہ نقصان ہوگا۔ اور وہ ایسے نقصان بتائے۔ جن کا دفعیہ ہر طریق سے آسان ہے۔ اور بعض ایسے نقصان بتائے جو محض خیالی اور وہمی تھے۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ کمشنر صاحب ہم کو جواب الجواب کا موقعہ دیتے۔ تاکہ ہم پوری وضاحت سے انکے ان نقصانات کی تلافی کر دکھاتے۔ اور ان کے نامعقول وجوہات کی معقول وجوہات اور مدلل نظائر اور شہادات اور شہادتوں سے تردید کرتے۔ مگر کمشنر صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ اور فریقین کے ڈیبیٹ کو ادھورا اور بے نتیجہ رہنے دیا۔ اس سے بڑھ کر دوسری فروگذاشت جو عمداً کمشنر صاحب نے کی وہ یہ تھی۔ کہ ہندو وکلاء کی بحث اور قانونی دلیلیں تو ہماری غیر حاضری میں ۲۷ اگست کو ہی بمقام گورداسپور اپیل کی یکطرفہ سماعت کر کے سن لیں۔ اور مسلمانوں کو اپنے وکلاء پیش کرنے کی اور انکی قانونی بحث سننے کی مطلق اجازت نہ ۲۷ اگست کو دی نہ آج ۳ ستمبر کو اور صاف انکار کر دیا۔ کہ کسی وکیل کو پیش ہونے کی اجازت نہیں۔ حالانکہ اس نہایت تنگ وقت میں جو ۳ ستمبر کو حاضری پنچگرائیں کا ملا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے وکلاء لاہور سے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ ایم ایل سی اور گورداسپور سے شیخ چراغ دین صاحب پلیڈر بلائے تھے۔ جن کو کمشنر صاحب نے پیش ہونے کی اجازت نہ دی۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو بحیثیت قادیان میں ان کی زمین ہونے کے زمینداری کے لئے دو تین منٹ بطور نمائندہ قادیان دیئے گئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذبح قادیان کی مسماری

پر

ہندو پریس کی ستم شعاری،

سوراج اقلیتوں کی احساس کشی

اور

حقوق تلفی کرنے سے نہیں ملسکتا

مذبح قادیان کو جاہل اور سادہ لوح سکھوں کے گروہ نے مفسد ہندوؤں کی انگیخت میں آکر گرا دیا۔ اور ناحق اپنے تئیں گرفتاریوں کی مصیبت میں پھنسایا۔ اور ان کو یہ خیال تک نہ آیا۔ کہ جن ہندوؤں نے یہ ناکردنی فعل ان سے کرایا۔ کیا ان حمائیوں کا بھی کوئی ایک آدھ غیرت مند سامنے آیا۔ یہ صرف سادہ لوح سکھوں کو ہی تھپکی دے دے کر دنیا کو ان کا تماشہ دکھایا۔ اور ہر ایک اپنے پرائے کو ان پر ہنسایا۔ البتہ مذبح گائے کا عبرتناک واقعہ ان مسلمانانِ ہند کی نصیحت اور عبرت کے لئے کافی ہے۔ جو ان ہندوؤں کی سنہری رو پہلی باتوں کے جھتے میں آکر قوم کشی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اور سوراج کے متخیل نامعلوم کے حصول کے لئے اپنی جان و مال و عزت و آبرو یہاں تک کہ اپنی قوم بھی ان بے وفا مطلب پرست برادران وطن پر نچھاور کر رہے ہیں۔

یقیناً سوراج اچھی چیز ہے لیکن

اور اگر میسر آجائے۔ تو میرے خیال میں دنیا میں اس سے بہتر کوئی نعمت نہیں۔ مگر ہندوؤں کی موجودہ زہریلی ذہنیت جو ان کے طریق کار کے ذریعہ وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے۔ اہالیان ہند کو ہر گز ہر گز اس نعمت کا وارث اور مستحق نہیں ٹھہراتی۔ بلکہ میں باوجود سوراج کا حد درجہ کا حامی ہونے کے برادران وطن کی تعصبانہ اور ذاتی اور نفسانی کارروائیوں کی بدولت موجودہ حالت میں سوراج جس کے لئے کانگریس وغیرہ سر پیر مار رہے ہیں۔ غارتگری اور تباہی اور قتل و خون کا مبدء سمجھتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ میں ہندوستانی ہوں۔ اور ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے میں ہندوستان کی اکثریت کے افکار کو مطالعہ کرکے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ ابھی تک ہندوستان کی قسمت میں سوراج بطور نعمت کے نہیں۔ بلکہ بطور لعنت و زحمت کے ہے۔ کیونکہ برادران وطن نہ صرف انگریزوں کو بلکہ مسلمانوں کو بھی جو سات آٹھ کروڑ کی تعداد میں ہندوستان کا جزو لاینفک ہیں۔ بیرونی قوم سمجھتے ہیں۔ اور ہندوستان کی جپہ بھر زمین کا بھی ان کو حصہ دار نہیں سمجھتے۔ بلکہ آئے دن ہندو اخباروں رسالوں اور کتابوں میں سابق شاہان اسلام کے فرضی جور و ستم کی سرتا پا غلط کہانیاں بطور پروپیگنڈا شائع کرکے منافرت کا بیج بویا جا رہا ہے۔ اور ہندوؤں کے دلوں میں یہاں تک ذہن نشین کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ اوّل درجے کے گردن کشتنی اگر کوئی ہو سکتے ہیں۔ تو یہ پاپی ظالم مسلمان ہیں۔ ان کے باپ دادوں اور حکمرانوں نے ہندو بیکسوں اور عورتوں اور بچوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے ہیں کہ اب جب بھی موقعہ ملے۔ ان کو کچل ڈالیں۔ یا ان پاپیوں سے آریہ ورت کو صاف کر دیں۔

پس ایسے زہریلے اور خطرناک پروپیگنڈے کی موجودگی میں یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ انگریزوں کو جن کے راج میں ہمیشہ ہمیش ہندوؤں ہی کو اکثریت غلبہ اقتدار اور دفتری حکومت حاصل ہے۔ اور انگریز محض خراج وصول کرنے کے مالک ہیں۔ ورنہ عملی طور پر سیاہ و سفید کے مالک ہندو اور خالص ہندو ہیں۔ اور ہر قسم کی ممکن سے ممکن مراعات بمقابلہ مسلمانوں کے ہندوؤں ہی کو دی جا رہی ہیں۔ اور مسلمان کلی طور پر ہندوؤں کے رحم پر ہیں۔ جب ایسے مہربان اور محسن انگریزوں کے اخراج کے ہندو درپے ہیں۔ جیسے کہ کوئی شخص چور اور ڈاکو سے نجات حاصل کرنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ تو مسلمان جو ان کے مقابل بالکل ظالم اور جور و جفا کے پتلے ہیں اور بیرونی اقوام میں سے اس کمبخت مسلمان قوم نے ہندوستان آنے کا دروازہ کھولا۔ اور یہاں داخل ہو کر ہند کی دھرتی کو بھرشٹ کیا۔ گئو کشی جاری کی۔ خدا پرستی قائم کی۔ بُت پرستی کا ناش کیا۔ بموجب ہندوانہ روایات کے مندروں کو توڑا۔ اور طرح طرح کی بے عزتی اور بے آبروئی کے مرتکب ہوئے۔ پھر یہ کس طرح توقع رکھ سکتے ہیں۔ کہ برادران وطن ان سے کوئی انسانوں والا نیک سلوک کرینگے۔ سوراج تو جب ملے گا۔ دیکھا جائیگا۔ موجودہ دفتری حکومت سے ہی قیاس کر لو۔ کہ کس طرح چھوٹے سے لے کر بڑے ہندو تک خواہ وہ سوراجی ہے یا نعاونی۔ مودی ہے یا سرکاری تنخواہ دار سب کے سب بالاتفاق مسلمان کشی سے دریغ نہیں کرتے۔ اور قلم کے ذریعہ مسلمانوں کے سر بلا دریغ قلم کئے جا رہے ہیں۔ اور جب نہرو رپورٹ کے مطابق بھی ان کو ناخن مل گئے۔ تو پھر یہ کیا نہ کر گذرینگے ؛

سوراج کیلئے مصر اور آئرلینڈ کی ریس کرنا فضول ہے

کہا جاتا ہے۔ کہ مصر اور آئرلینڈ نے قربانیاں اور جد و جہد کرکے بہت حد تک سوراج حاصل کر لیا۔ میں کہتا ہوں ؎

حلوا خوردن را روئے باید

مصر اور آئرلینڈ کے تم پاخانے کی بھی ریس نہیں کر سکتے۔ ان میں تمہاری طرح پارٹی فیلنگ نہیں۔ ان میں تمہاری طرح باہمی کپٹ اور عناد نہیں۔ ان میں تمہاری طرح ذاتی اغراض پر قومی قربانی کا مادہ نہیں۔ وہ تمہاری طرح کم حوصلہ نہیں۔ وہ اپنے کمزوروں کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ اور تم اپنے کمزوروں کو پیچھے دھکیلتے ہو۔ وہ اپنے چھوٹوں کی خاطر ٹھیر کر ان کی ترقی کے منتظر رہتے ہیں۔ تاکہ چھوٹے ان سے آملیں۔ تم بڑے کو اور بڑا بناتے ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور کوشش کرتے ہو۔ کہ یہ کمزور نیست و نابود ہو جائے۔ تو ہم اکیلے یہاں دندنائیں۔ تم ہندوستانیوں کو ہندو مسلم سوال کے ماتحت دو سمجھتے ہو۔ وہ عیسائی یہودی۔ مسلمان کو ایک سمجھتے ہیں۔ ان میں اکثریت اور اقلیت کی باہمی ناگوار چشمکیں نہیں ہوتیں۔ اور یہی ایک زرین اصول ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ایک ملک حقیقی طور پر سوراج کا مستحق بن سکتا ہے۔

پس ان تمام متذکرۃ الصدر امور کو مدنظر رکھ کر پھر سوچو اور بتاؤ۔ کہ کیا تم میں ان امور پر عمل کرنے کا مادہ اور حوصلہ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر خدا لگتی کہو۔ کہ کیوں سوراج کو لیکر مخلوق خدا کی تباہی کرنے کے درپے ہو۔ دوسروں کا بھلا مانگو تو اپنا بھی بھلا ہوگا۔ مانا کہ گورنمنٹ انگلشیہ نے اپنی مصالح مخفیہ کے ماتحت دفتری حکومت برادران وطن کے سپرد کر رکھی ہے۔ اور فوجی حکومت برادران وطن کے سکھ بھائیوں کو تفویض کر رکھی ہے۔ اور مسلمان بیچارے نکبت کے مارے نہ ادھر کے اور نہ ادھر کے مصداق بن رہے ہیں۔ اور اس طریق کار کو حکومت عالیہ نے اپنے قیام و برقراری کا موجب سمجھ رکھا ہے۔ مگر وہ دن دور نہیں۔ جب سرکار دولتمدار کو معلوم ہوگا۔ کہ انہوں نے اپنے دوست دشمن کے پرکھنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ کیونکہ سکھ اور ہندو انگریزوں کا وجود ہندوستان میں دیکھنا نہیں چاہتے۔ تو بدرجہ اولیٰ وہ مسلمانوں کو بھی یہاں پر دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ناپسندیدگی کی حصہ داری میں مسلمان اور انگریز دونو مساوی ہیں۔ البتہ یہاں آکر ایک فرق ضرور ہو جاتا ہے۔ کہ مسلمان ہندوستان کا ⅓ حصہ ہونے کی وجہ سے اپنے تئیں ہندوستانی سمجھنے میں حق بجانب ہیں۔ اور جو نادان ان کو بھی انگریزوں کی طرح باہر نکالنے کے درپے ہے۔ وہ سخت غلطی خوردہ ہے۔ وہ اگر چاہتا ہے۔ کہ سرزمین ہند امن و امان کی دیوی بنے تو چاہیئے کہ تمام ہندوستانیوں کے حقوق اپنے اپنے تناسب کے مطابق دینے پر خوشی سے آمادہ ہو۔ جس طرح ایک باپ کے کئی بیٹے ہوں۔ تو بڑا بھائی اگر اپنے کمزور اور چھوٹے بھائیوں کے حقوق بھی ادا کرے۔ اور مزید براں بڑا بھائی ہونے کی حیثیت سے اپنے تئیں اپنے چھوٹے بھائیوں کا سرپرست اور بجائے باپ کے سمجھے۔ تو وہ بھائی ایک دوسرے پر قربان ہونے کو طیار رہتے ہیں۔ اور اگر بڑا بھائی چھوٹوں کے حقوق کو بددیانتی یا چالاکی سے غصب کرنے کی کوشش کرے۔ تو یہ فعل باہمی تعلقات کو خوشگوار نہیں۔ بلکہ ناگوار اور ایک دوسرے کی ہلاکت کا موجب بنا دیگا۔ اور ان میں سے کوئی بھی امن کی زندگی نہیں گذار سکیگا:

مثال کے طور پر مذبح قادیان کے واقعہ کو ہی لیجئے

یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ ذبح گاؤ مسلمانوں کا مذہبی قومی روایتی اور پیدائشی حق ہے۔ جو صدیوں سے قائم ہے۔ اسی طرح جھٹکا سکھوں وغیرہ کا حق ہے۔ مسلمان ذبح گاؤ ہندوؤں کی دلآزاری کی خاطر نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے دنیا میں جہاں کہیں بھی ہیں ذبح کرتے اور کھاتے ہیں۔ اسی طرح تمام غیر ہنود قومیں کرتی ہیں اور اس فعل کو کہیں بھی کسی کی دلآزاری پر محمول نہیں کیا جاتا۔ عیسائی قومیں سور کا گوشت کھاتی ہیں۔ تو کہیں بھی اس فعل کو مسلمانوں کی دلآزاری کا موجب نہیں قرار دیا گیا۔ ہر ایک اپنے کھان پان اور مذہب میں آزاد ہے۔ البتہ ایک اخلاقی پہلو یہ ہے۔ کہ اگر کوئی ان میں سے کسی فعل کو برا سمجھے تو ان کی نظروں سے اوجھل کر کے اپنی ضرورت پوری کر لی جاوے۔ جیسے مثلاً عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ [illegible] سگریٹ نوشی سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ تو اخلاقی طور پر سگریٹ پینے والے کو لازم ہے۔ کہ ایسی طرز پر پیئے۔ کہ سکھوں کو ان کا دھواں نہ پہنچے۔

پس اس اخلاقی پہلو کی تکمیل پر گورنمنٹ انگریزی نے مذبحوں کے لئے قانون بنایا۔ جس میں ہر اس امر کو اور احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا۔ جو گائے نہ کھانے والے لوگوں کی خاطر ضروری تھا۔ اب اگر اس قانون کی تمام شقوں کی پوری پوری مطابقت کرتے ہوئے کہیں مذبح بنایا جاوے۔ تو ہندو جو فساد اور فتنہ پھیلانے کے لئے پہلے ہی ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ آمادہ بہ پیکار ہو جاتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ اس فتنہ انگیزی کا نتیجہ ملک کے لئے کس قدر مضرت رساں ہے۔

اسی بناء پر قادیان کا مذبح بنا۔ قادیان میں ۸۰ فیصدی مسلمان آباد ہیں۔ اقلیت کا اتنا بڑا لحاظ کیا گیا۔ کہ قادیان سے دو میل کے فاصلہ پر ایسی جگہ مذبح بنایا گیا۔ جہاں چاروں طرف مسلمانوں کی زمین میلوں تک چلی گئی ہے۔ پھر اس مذبح کے چاروں طرف میل میل کے فاصلہ پر تمام گاؤں ایسے ہیں۔ جن میں سب کے سب مسلمان آباد ہیں۔ دوکان ایسی جگہ رکھی گئی۔ جو بیرون شہر اور خالص مسلمانوں کے محلوں میں ہیں۔ بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مسلمان اپنے گھر کی چار دیواری میں ذبح بقر کر کے گوشت کھا رہے ہیں۔ تو اتنی سخت احتیاطوں اور رواداری کے باوجود بھی ہندوؤں کا شور کرنا۔ اور سادہ لوح سکھوں کو اکسا کر اپنا الو سیدھا کرنا کس قدر جذبہ دیانت و امانت پر مبنی ہے۔

یہ مذبح صرف قانون انگریزی کے مطابق ہی نہیں بلکہ ہندوؤں کی مسلمہ گورنمنٹ کانگریس کے فیصلہ کے بھی عین مطابق ہے۔ جو ۲۸ راکتوبر ۲۷ء کو مہاتما گاندھی نے کلکتہ کانگریس میں پیش کر کے پاس کرایا تھا۔ کہ:۔

"مسلمانوں کو آزادی ہے۔ کہ وہ ہر گاؤں یا قصبہ میں گائے کو ذبح کریں۔ اور گائے کی قربانی کریں۔ بشرطیکہ شاہراہ عام پر مندر کے قریب یا ہندوؤں کی نظروں کے سامنے گائے ذبح نہ کی جاوے۔ جو گائیں ذبح کرنے یا قربانی کیلئے ہوں۔ ان کا کوئی جلوس نہ نکالا جائے۔ اور نہ ان کے متعلق کوئی مظاہرہ کیا جاوے" (زمیندار ۳۰ راکتوبر ۲۷ء صفحہ ۹)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگرچہ اس ریزولیوشن میں مسلمانوں کا ایک قدیمی حق جلوس اور مظاہرہ کا چھین لیا گیا ہے۔ تاہم مسلمانوں نے ہمسایوں کی رضاء کو مقدم رکھتے ہوئے اس کو تسلیم کیا۔ مگر کانگرس والوں کی نیت بخیر نہیں معلوم ہوتی۔ اور ان کے دلی ارادے جو کچھ ہیں۔ وہ کسی نہ کسی وقت بے اختیار آشکار ہو ہی جاتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوراج کے حاصل ہوتے ہی پہلا کام جو ہندوؤں کے پروگرام میں ہے۔ گائے کشی کا بند کرنا ہے۔ جیسا کہ پنڈت مالویہ جی نے حال ہی میں ۱۵ ر جون ۲۹ء کو بمقام کراچی اپنی تقریر کے دوران میں گائے کی حفاظت پر زور دیتے ہوئے کہا:۔

"کہ اہل برطانیہ نے ہندوستان میں کئی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ ان میں ایک غلطی یہ بھی ہے۔ کہ انہوں نے گائے کے ذبح کو جاری رکھا۔ آپ نے ہر ہندو کو تاکید کی۔ کہ وہ سوراج حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ وہ گاؤکشی کو بند کرانے کے قابل ہو جائیں"

انقلاب ۱۸ ر جون ۲۹ء

اب یہ گاؤکشی بند کس طرح کرائی جائے گی۔ اس کے لئے بھی مہاتما گاندھی سلامتی کے دیوتا کا فتویٰ موجود ہے۔ جو غالباً ۱۹۱۸ء میں ان کی زبان فیض ترجمان سے نکل چکا ہے۔ کہ "گاؤکشی تلوار کے زور سے بند کراؤں گا"

ان ہر دو غضب آلود احکام کے بعد سوراج کے ابتدائی پروگرام کے سمجھنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ پس ان دریں حالات کانگرس کا دوچار اپنے مطلب کے موافق مسلمانوں کو شامل کر کے کل ہندوستانیوں کی نمائندگی کا دعا کرنا صریح دھوکا اور دغابازی ہے۔ کانگرس اسی صورت میں تمام ہندوستان کی نمائندہ ہو سکتی تھی۔ کہ پہلے باہمی ایک دوسرے کا کافی اعتماد حاصل کر لیا جاوے۔ قبل از سوراج ہندوستان کی اکثریت اپنے طرز عمل سے ذکہ بانی کانگرس پی کر اقلیت کو یقین دلادے۔ کہ اقلیت کے حقوق کا تحفظ اقلیت کے مذہب۔ کلچر۔ زبان۔ رواج میں مداخلت بے جا سے بچا ڈر ہیگا مذہبی آزادی ہوگی۔ سیاسی و مذہبی طور پر ایک دوسرے کی دلآزاری نہ ہوگی۔ ہر ممکن طریق سے رواداری برتی جائیگی۔

پس جب تک ان باتوں کو طے نہیں کیا جاتا۔ تب تک خواہ ہزار کانگرس کرو۔ انشاء اللہ کبھی بھی بارآور نہ ہوگی۔ ہزار فریق بنا کر بتے بازی اختیار کرو۔ حقیقی کامیابی نہ ہوگی۔ اور اس پھوٹ اور نفاق اور فساد کی صورت میں گورنمنٹ کا سوراج دے دینا گویا بالفاظ دیگر اقلیتوں کے ساتھ خطرناک دشمنی کرنا ہے۔ اس وقت بھی کانگرس کے حصے بخرے ہونے کی یہی وجہ ہے۔ کہ اقلیتوں کو اس مہاسبھائی کانگرس پر اعتماد نہیں۔ اقلیتیں اپنے تئیں کانگرس کا حصہ نہیں سمجھتے۔

(خاکسار فخر الدین ملتانی ۲۹/۱)

قادیان میں صرف دس فیصدی ہندو سکھ آباد ہیں

اگر یہاں بوچڑخانہ نہیں رہ سکتا تو پھر ہندوستان میں کہیں بھی نہیں رہ سکتا

بار بار یہ دھمکی دی جاتی ہے۔ کہ ریاڑکی کا علاقہ ہے۔ ۸۵ گاؤں سکھوں کے ہیں۔ اول تو یہ بالکل غلط ہے۔ کہ ۸۵ گاؤں سکھوں کے ہیں۔ کیونکہ ان پچاسی گاؤں میں یہ قادیان بھی ہے۔ جہاں دس فیصدی ہندو سکھ ہیں پھر بھینی ننگل اور ترکھانانوالی وغیرہ کئی گاؤں ایسے ہیں۔ جو خالص مسلمانوں کے ہیں۔ اور بیسیوں ایسے گاؤں ہیں۔ جہاں نصفا نصف مسلمان آباد ہیں۔ ہاں چند ایک گاؤں ایسے بھی ہیں۔ جہاں سکھوں کی کثرت ہو۔ علاوہ ازیں ضلع گورداسپور میں مجموعی طور پر مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں اور سکھوں سے بہت زیادہ ہے۔ بفرض محال اگر پرتاب اخبار کا یہ غلط قول صحیح بھی سمجھ لیا جاوے۔ تب بھی قادیان کے گاؤں میں بیرون دیہاتوں کا کوئی حق نہیں کہ اگر مداخلت بے جا کریں۔ گورداسپور۔ بٹالہ۔ پٹھانکوٹ وغیرہ شہروں میں علی الاعلان بوچڑخانے کھلے ہیں۔

(بقیہ دیکھو صفحہ ۱۴ کالم ۳)

پیغامی مشن

مولوی محمد یامین داتوی کا انعام سے فرار

اور

پیغامی علماء کا مبلغ علم

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں
کار طفلاں تمام خواہد شد

پیغامی "علماء" آئے دن جو مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ اس سے جہاں ان کی خلق خدا کو دھوکہ دہی واشگاف ہوتی رہتی ہے۔ وہیں ان کی علمی پردہ دری سے بھی بیباک روشناس ہوتی رہتی ہے۔ آپ کے علماء میں سے ایک "نوقبلہ" میر مدثر شاہ صاحب ہیں۔ جو ایک ادنےٰ سے جملے کا صحیح ترجمہ تو درکنار صحیح تلفظ بھی ادا نہیں فرما سکتے۔ دوسرے حضرت مولانا میاں محمد یامین صاحب ہیں۔ کہ اپنے "امیر ایدہ" سے بھی بازی لے گئے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا۔ کہ اتفاق سے مجھے مولوی صاحب مذکور سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو باتوں باتوں میں وہ فرمانے لگے۔ کہ قادیانی جماعت (مبایعین) از خود ہی مسائل کو ایجاد کر لیتی ہے۔ چنانچہ منجملہ ان مسائل کے ایک "جمع صلوٰتین" کا مسئلہ ہے۔ اس کا ثبوت کہیں شریعت اسلامیہ میں نہیں پایا جاتا۔ مگر وہ (مبایعین) اس پر کاربند ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ کا جماعت پر اتہام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت پر اس قسم کے اتہام لگا کر اپنے ایمان کو خراب نہ کریں۔ جماعت کا عمل قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علیہ السلام کے فرمودہ کے مطابق ہے۔ مگر انہوں نے میری بات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ اور تحدی کی۔ کہ اگر آپ اس کا ثبوت بہم پہنچائیں۔ تو مبلغ پچاس روپیہ انعام دوں گا۔ میں نے مسئلہ کی تحقیق کی خاطر یہ بات مولانا حضرت سید سرور شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ مسئلہ ثابت شدہ ہے۔ اور صحاح ستہ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ اور اس کو تحریر کر دیا۔ میں نے یہ تحریر میاں صاحب کے پیش کی۔ تو فرمانے لگے۔ مولوی صاحب نے بالکل جھوٹ لکھا ہے۔ صحاح ستہ میں کہیں ایسا نہیں۔ اس پر میں نے پھر قادیان لکھا۔ کہ وہ حدیث جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کا حوالہ نقل کر کے ارسال فرمائیں۔ جس کے جواب میں حدیث اور حوالہ میرے پاس پہنچ گیا۔ جو یہ تھا:۔

"عن ابن عباس قال جمع رسول اللہ صلعم بین الظہر والعصر وبین المغرب والعشاء بالمدینۃ من غیر خوف ولا مطر" الحدیث رواہ مسلم۔

مسلم نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ آں حضرت صلعم نے ظہر و عصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کو مدینہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے جمع کیا۔

جب یہ حوالہ لکھ کر میں نے میاں جی کی خدمت میں بھیجا۔ کہ لیجئے۔ آپ کا مطالبہ پورا کرتا ہوں۔ کسی عام کتاب سے حوالہ پیش نہیں کرتا۔ بلکہ صحاح ستہ میں سے مسلم شریف کا حوالہ دیتا ہوں۔ جس میں صاف لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم جمع صلوتین کیا کرتے تھے۔ اس کے ملاحظہ فرمانے پر امید کرتا ہوں۔ کہ اپنا مقرر کردہ انعام مبلغ پچاس روپے بھی ارسال فرمائینگے مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ حوالہ دیکھتے ہی میاں جی کے ہوش اُڑ گئے۔ کہ یہ کیا ہوا۔ اب تو پچاس دینے پڑیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج تک میاں جی نے جواب دینے کی طرف رُخ نہیں کیا۔ میں نے لکھا تھا کہ آپ یہ رقم ناظر صاحب بیت المال کے نام روانہ کر دیں۔ تاکہ اشاعت اسلام میں خرچ ہو۔ اور اس قدر رقم ہاتھ سے نکلنے پر آپ کو سمجھ بھی آ جائے گی۔ کہ بے سوچے شریعت کے مسائل میں اس طرح دخل اندازی ٹھیک نہیں۔ اب نامعلوم میاں جی کیا سوچتے ہیں۔ رقم کیوں نہیں بھجواتے تحدّی تو کر بیٹھے۔ مگر رقم ہاتھ سے چھوڑنی مصیبت نظر آتی ہے۔ اگر وعدہ پورا نہ کرو گے۔ تو عذاب الٰہی میں پڑو گے۔ اس لئے جلد تر پچاس روپیہ بھیج دو۔ والسلام ٭ فقط ٭

(راجہ غلام محمد خاں احمدی سیکرٹری تعلیم تربیت چک ابیرج ڈاک خانہ پاڑی پورہ۔ براستہ اسلام آباد۔ ضلع سری نگر۔ کشمیر۔)

پرتاب بکواس کرتا ہے

کہ

قادیان میں جھٹکہ کی مخالفت کی گئی

پرتاب لکھتا ہے۔ کہ عرصہ سے قادیان میں جھٹکہ کا سوال چل رہا تھا۔ مرزائی سخت مخالفت کرتے تھے حالانکہ جھٹکہ کا سوال صرف دو تین ماہ کی گفت و شنید کے بعد ہی بغیر کسی مخالفت اور مقابلہ کے حل ہو کر عمل میں آگیا۔ اور احمدیہ جماعت نے قطعاً کبھی بھی مخالفت نہیں کی۔ کیونکہ احمدیہ جماعت ایسی جاہل اور غیر مہذب اور نا انصاف قوم نہیں۔ کہ ایک قوم کے حقوق کو خواہ مخواہ اپنی تکلیف اور احساس کے مقابل پائمال کرنے کی کوشش کرے۔ احمدیہ جماعت سکھا شاہی کرنے سے ہمیشہ مجتنب رہتی ہے۔ جھٹکہ کی منظوری اور جاری ہونے پر بھی کئی ایک مرتبہ افسران بالا نے آکر دریافت کیا۔ مگر جماعت کی طرف سے تسلی کرائی گئی۔ کہ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہم اپنے جذبات اور احساسات کو ہمسایہ قوم کی خاطر دبانے کے عادی ہیں۔

لیکن جھٹکئی قوم نے مسلمانوں کے احساسات کی پرپشہ برابر بھی قدر نہیں کی۔ بلکہ برسر بازار عین مسلمانوں کی دکانوں کے درمیان دکان کھولی۔ اور بکانا بھی شروع کر دیا۔ ہماری اس عالی حوصلگی اور بردباری کی وجہ سے دوسرے مسلمان بھی جو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں۔ خاموش رہے۔ پس جب سالہا سال سے قادیان میں جھٹکہ نہ ہو کر جھٹکئی قوم کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ اور اب انہوں نے اپنی خاص ضرورت سمجھ کر جھٹکہ شروع کر دیا۔ تو اسی طرح اُن کو مسلمانوں کی ضروریات کا احساس کرنا چاہیئے تھا۔ باوجودیکہ جھٹکئی قوم نے برسر بازار جھٹکہ کر کے مسلمانوں کی دلآزاری اور جذبات کو ٹھیس لگانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ مگر مسلمانوں کے مدنظر اپنی ضرورت کو پورا کرنا تھا۔ نہ کہ جھٹکئی قوم کی طرح ہمسایہ قوم کی دلآزاری۔ اسلئے گائے کے گوشت کی دکان ایسی جگہ رکھی گئی۔ جو ایک تو اصل شہر سے دور پھر خالص مسلمانوں کے محلہ میں جہاں ہندوؤں اور سکھوں کی ہوا بھی نہ گذرے۔ پس اگر پرتاب اس فعل کا نام انتقام رکھتا ہے۔ تو یہ اس کی بکواس ہے۔ اور جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۳ کا)

وہاں اس ریاڑ کی کو جوش نہیں آتا۔ اور صرف قادیان کی امن پسند آبادی پر جوش آرہا ہے۔ اور خواہ مخواہ سکھ قوم کو جن کا مذہب گاؤ کشی کو کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا۔ اکسا اکسا کر آمادہ بہ پیکار کیا جا رہا ہے۔ اگر آریوں میں ایسی غیرت ہے۔ اور بجائے خدا پرستی کے گئو پرستی ان کے اندر اتنی سرائت کر گئی ہے۔ تو ان کو خود میدان میں نکلنا چاہیئے۔ یوں اخبارات کے ذریعہ اشتعال پھیلا کر بیچاری سادہ لوح سکھ قوم کو کیوں برباد اور بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

(فخر ملتانی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بابی مشن

مولوی عبداللہ بابی کشمیری کی دجالیت

مولوی عبداللہ وکیل سرینگر نے ایک ٹریکٹ "قادیانی اور بابی" کے نام سے شائع کر کے اپنی دجالیت اور بابیت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ جس کے جواب میں یہ مضمون لکھا گیا ہے۔

مولوی عبداللہ لکھتا ہے:۔ کہ:۔

"قادیانی اور بابی اس اصول میں متفق ہیں۔ کہ آیت خاتم النبیین کا مطلب نبوت بند ہونا نہیں۔ بلکہ اجرائے نبوت ہے"

جواب:۔ قادیان کے احمدیوں کا مذہب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شرع نبیوں کے خاتم ہیں۔ آپ کے بعد ایسا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ جو قرآنی شریعت کو منسوخ کر کے اپنی شریعت جاری کرے۔ ہاں امتی نبی آ سکتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو۔ جیسا کہ تمام غیر احمدی مسلمان مانتے ہیں۔ کہ آخری زمانے میں حضرت عیسٰی نبی اللہ نازل ہونگے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور اُمتی ہوں گے۔ پس قادیان کے احمدی اور تمام غیر احمدی اس اصول میں متفق ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اور آپ کی اتباع میں نبی آ سکتا ہے

باب و بہاء اللہ پر وحی کا نزول

مولوی عبداللہ لکھتا ہے "دیا کا آخرت ھم یوقنو کہ بالاخرت میں آخری وحی مراد ہے۔ جو حضرت باب اور بہاء اللہ پر نازل ہوئی۔

جواب:۔ باب نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ اسکو خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ چنانچہ بہاء اللہ کا فرزند عبد البہا لکھتا ہے۔

"اور تحقیق سے معلوم ہوا ہے۔ کہ فرشتہ کے ذریعہ اپنے اوپر وحی اترنے کا انہوں نے (باب نے) دعویٰ بالکل نہیں کیا"

باب الحیات ترجمہ مقالہ سیاح صلا

یہ تو باب کے متعلق خود بابیوں کا اقرار ہے۔ کہ اس نے وحی الٰہی ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ رہا بہاء اللہ۔ سو بہاء اللہ کو اس کے متبعین مُلہم نہیں مانتے۔ بلکہ صاف کہتے ہیں۔ کہ بہاء اللہ خود وحی نازل کرتا ہے۔ چنانچہ کتاب الفرائد میں ان کا مستند فاضل لکھتا ہے۔

"و در لوح کبیرے کہ در جواب سوالات جناب مانکجی زردشتی باسم ابن عبد (مصنف کتاب الفرائد) نازل شدہ است می فرمایند۔ قل یا ملأ الامکان یا ی حجۃ اٰمنتم باللہ من قبل وقال ایضاً جل اسمہ وعز ذکرہ یا ابا الفضل قم باسمی وقل بالحکمۃ والبیان"

صفحہ ۴۲۴

کہ لوح کبیر جو مانک جی زردشتی کے سوالات کے جواب میں ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے اپنے اس بندے ابو الفضل پر نازل فرمائے ہے۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں۔ کہ اے ابو الفضل اُٹھ میرے نام کے ساتھ اور کہہ حکمت و بیان کے ساتھ"

دیکھئے۔ بابی لوگ۔ اگر بہاء اللہ کو نبی و رسول مانتے تو اُس کا ذکر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ سے کرتے۔ مگر بابی۔ بہاء اللہ کے نام کے ساتھ کبھی ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ عزّ اسمہ وجلّ ذکرہ اس کے نام کے ساتھ لکھتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمان اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ آگے وہ وحی درج ہے۔ جو بہاء اللہ نے اپنے مرید ابو الفضل کتاب الفرائد کے مصنف پر نازل کی ہے۔ کہ یا ابا الفضل قم باسمی الخ۔

پس مولوی عبداللہ بہائی کا یہ کہنا۔ کہ باب و بہاء اللہ نے اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بالکل غلط اور لوگوں کو دھوکا دینا ہے

مولوی عبداللہ اور تمام بابیوں کو ہمارا چیلنج ہے۔ کہ وہ ایک ہی الہام باب اور بہاء اللہ کا پیش کریں۔ جو ان کے اپنے کلام سے الگ ہو۔ اور جس کے متعلق انہوں نے کہا ہو کہ یہ جملہ یا فقرہ ہم کو خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے۔ جیسا کہ ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے الہامات اپنے باقی کلام سے الگ پیش کئے ہیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ باقی رہا کسی جگہ پر بہاء اللہ کا یہ کہنا کہ لیس ھذا من عندی بل من لدن عزیز علیم و امرنی بالنداء بین الارض والسماء کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ سو یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ نے بارہا کہا اور لکھا ہے۔ کہ "خدا نے میرے دل میں ڈالا"۔ لہٰذا یہ کوئی ثبوت نہیں۔ کہ وہ الہام کا مدعی ہے۔ اس طرح تو مولوی ثناء اللہ اور برہمو سماج والوں کو بھی ماننا پڑیگا۔ کہ ان کو خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور وہ مدعیٔ الہام ہیں۔ پس ہمارا مطالبہ تو یہ ہے۔ کہ وہ اصل الفاظ الہام کے جو خدا کی طرف سے القاء ہوئے ہیں پیش کرو۔ نہ یہ کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ ایسا کرو۔ پس یہ کوئی الہام نہیں۔ اس قسم کے الفاظ روزانہ لوگ اپنی بول چال میں استعمال کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کتاب "الشیخ" بہاء اللہ کی کتاب نہیں۔ کسی بابی نے یا خود عبد البہا نے لکھ کر شائع کیا ہے۔ بہاء اللہ کی زندگی میں یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس کتاب کا کوئی حوالہ قابل سند نہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ اس کا مصنف خود بہاء اللہ ہی ہے۔ تو یہاں اس نے اِدّعاء الوہیت سے انکار کیا ہے۔ وہ تقیہ کی بناء پر سمجھا جائے گا۔ کیونکہ بہاء اللہ اور تمام بابیوں کا یہ مذہب ہے۔ کہ اپنا مال اپنا سفر اور اپنا مذہب ہمیشہ پوشیدہ رکھو۔ چنانچہ بہاء اللہ نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی ہے۔ اُستُر ذھبک و ذھابک و مذھبک۔ کہ اپنی دولت اور مذہب ہمیشہ چھپائے رکھو۔ دیکھو بہجۃ الصدور صفحہ ۸۳ +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح بہاء اللہ کے جانشین عبد البہاء نے بہائیوں کو حکم دیا کہ :-

"مسائل حکمیہ را اساس مذاکرہ قرار دہید نہ عقائد را"

مکاتیب جلد ۳ ص۹۶

کہ لوگوں کے سامنے اور اور مسائل ذکر کیا کرو۔ اور اپنے عقائد کو ظاہر نہ کرو۔ بلکہ ہمیشہ چھپائے رکھو۔ پس بہاء اللہ کا بعض مقام پر الوہیت کی دعوے سے انکار کرنا تقیہ پر مبنی سمجھا جائے گا۔

بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا،

مولوی عبد اللہ لکھتے ہیں :- "بہاء اللہ کا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا ہے۔ الوہیت و ربوبیت کا دعویٰ نہیں"

جواب :- یہ صریح جھوٹ اور مغالطہ آفرینی ہے۔ دیکھو مقتدر بہائیوں کا صاف و صریح اقرار کہ بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۱) "نہ سید علی محمد باب کا دعویٰ نبوت کا تھا۔ نہ اہل بہاء ان کو یا حضرت بہاء اللہ کو نبی مانتے ہیں" ملاحظہ ہو بابیوں کا رسالہ کوکب ہند جلد ۱ ص۱۵۔

(۲) کتاب الفرائد مصنفہ میرزا ابو الفضل ص۲۷۵ "نہ در الواح مقدسہ ادعاء نبوت وارد شدہ ونہ بر السنۂ اہل بہاء لفظ نبی بر آں وجودِ اقدس اطلاق گشتہ" کہ نہ بہاء اللہ نے اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور نہ بہائیوں نے بہاء اللہ کو کبھی نبی و رسول کہا۔

(۳) مقام او : مقام نیابت و خلافت و امامت نیست بل ظہور تجلی الٰہی" الفرائد ص۳۸۳ کہ بہاء اللہ کا دعویٰ اور مقام۔ نبی۔ خلیفہ۔ اور امام بننے کا نہیں ہے۔ بلکہ پورے طور پر خدا کے ظہور (اوتار) ہونے کا دعویٰ ہے۔

(۴) "اہل بہاء نبوت کو ختم مانتے ہیں۔ اور بہاء اللہ کو نبی و رسول نہیں کہتے" کوکب ہند جلد ششتم نمبر ہفتم ص۳۶۔

(۵) "ہم حضرت بہاء اللہ کو سب دینوں کا موعود اور پرماتما کا اوتار جانتے ہیں" کوکب ہند ۲ اگست ۲۷ء۔

(۶) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم ہیں۔ یہ آیت کے صاف معنی ہیں۔ یہی جمہور اسلام مانتے ہیں۔ اہل بہاء بھی اس سے متفق ہیں۔ اور پوری صفائی سے کہتے ہیں۔ کہ بیشک جس چیز کا آغاز ہے۔ اس کا انجام بھی ہے۔ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔ دور نبوت پہلے نبی سے شروع ہو کر آخری نبی حضرت محمد پر ختم ہو گیا۔ اسلئے اہل بہاء نبوت کو ختم مانتے ہیں۔ اور حضرت بہاء اللہ کو نبی و رسول نہیں کہتے"

کوکب ہند جلد ششتم نمبر ہفتم

(۷) "جناب شیخ گمان فرمودہ اند کہ شاید ادعائے البنیان ادعائے نبوت باشد۔ محض وہم و گمان خود جناب شیخ است" الفرائد ص۲۷۵ کہ شیخ صاحب کا یہ گمان کرنا کہ بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ ان کا محض وہم ہے۔ بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۸) مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں :-

"تیرھویں صدی ہجری کے شروع میں ملک ایران میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس نے بڑے بڑے دعوی کئے۔ ہم تو یہی سمجھتے تھے۔ کہ کسی انسان کے لئے سب سے بڑا دعویٰ نبوت و رسالت ہے۔ اس لئے ہم آج تک کہتے رہے کہ شیخ بہاء اللہ نبوت کے مدعی تھے۔ مگر آج ان کی جماعت کے آرگن کوکب ہند نے ہمارے اس خیال کی سختی سے تردید کی"

اہلحدیث ۶ جولائی ۱۹۲۸ء

پھر لکھتے ہیں :-

"ہمیں کیا ضرورت کہ ہم اُن کی (یعنی بہاء اللہ کی) نبوت پر اصرار کریں۔ اور ہمارے فاضل نامہ نگار مولوی محمد حسین صابری بریلوی کو کیا مطلب کہ وہ قادیانیوں کے حملے سے ان کی مدافعت کریں کہ شیخ بہاء اللہ نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ہم کا ہیکو کسی کا مسلمہ عقیدہ تبدیل کریں یا تبدیل کرنے پر زور دیں بلکہ ہم وہی کہیں گے۔ جو بہائی خود اپنا عقیدہ ظاہر کریں گے" اہلحدیث مذکورہ بالا

(۹) مولوی محفوظ الحق علمی بہائی کوکب ہند میں لکھتا ہے :-

"نہ تو آیۂ مبارکہ میں نبی کا لفظ ہے۔ نہ قرآن کے موعود کو نبی کہا گیا ہے۔ نہ اہل بہاء حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعظم کو نبی مانتے ہیں۔ اور کوکب ہند میں بارہا اس امر کا اعلان کیا جا چکا ہے" کوکب ہند ۲۴ جون ۲۸ء ص۳

(۱۰) "کلام الٰہی اور احادیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب نبوت اور رسالت کا دورہ نہیں ہے۔ بلکہ ربوبیت و الوہیت کا دورہ ہے" ملاحظہ ہو المعیار الصحیح ص۷۶ سید مصطفیٰ رومی بہائی کی کتاب۔ جب رسالت و نبوت کا دورہ نہیں ہے۔ بلکہ الوہیت اور ربوبیت کا دور دورہ ہے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ بہاء اللہ کا دعویٰ اللہ اور رب ہونے کا ہے۔ نبوت کا نہیں۔ چنانچہ ایک بلند پایہ بہائی صاف لکھتا ہے :-

(۱۱) "بالوہیت حیی لایزال بے مثال جمال قدم مذعن و مطمئن گشتیم" بہجۃ الصدور ص۳۶۷ کہ ہم بابی لوگ جمال قدم بہاء اللہ کی خدائی اور الوہیت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کو حی و قیوم جانتے اور مانتے ہیں۔ ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ بہاء اللہ نے خدائی کا دعوے نہیں کیا۔ نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے۔

بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت

مولوی عبد اللہ لکھتا ہے :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"کہ قادیانی کہتے ہیں۔ کہ بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا"۔

ہم نے اوپر مستند حوالے دیکر ایک اور ایک دو کی طرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ قادیانی نہیں کہتے۔ بلکہ خود مستند اور بلند پایہ بہائی اور مولوی ثناء اللہ کہتے ہیں۔ کہ "بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا"۔ ایسے مؤقر لوگوں کے مقابلہ میں مولوی عبد اللہ کا یہ کہنا کہ بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ایک مجذوب کی بڑ ہے۔ جو کسی طرح شائستہ اعتناء نہیں۔

بہاء اللہ کے ادعاء الوہیت کے متعلق ہمارے پاس خدا کے فضل سے بہت سے دلائل ہیں۔ اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ سردست چند حوالے لکھے جاتے ہیں:۔

(۱) ملاحظہ ہو مبین صفحہ ۲۸۶ بہاء اللہ کہتا ہے:۔

"لا الٰہ الا انا المسجون الفریدا۔ کہ کوئی خدا نہیں۔ مگر میں جو قید خانہ میں ہوں"۔

(۲) "قل یا ملأ المحمد یا مبدع الاکوان بما ذکرتنی فی السجن اذ کنت بین ایدی الفجار" مبین صفحہ ۳۴۷

بہاء اللہ اپنے ایک مرید پر وحی نازل کر رہا ہے۔ کہ تو یوں کہو۔ کہ اے کائنات کے پیدا کرنے والے رب رحمٰن تیری حمد ہو۔ کہ تو نے مجھ کو ایسے حال میں یاد کیا۔ جبکہ تو ظالموں کے ہاتھ میں قید ہے

(۳) "کذالک یامرک الرحمٰن اذ کان بایدی الظالمین مسجونا" مبین صفحہ ۳۲۔ کہ رحمٰن جو ظالموں کے ہاتھ میں قید ہوا ہے۔ تم کو یوں حکم دیتا ہے۔

مولوی عبد اللہ لکھتا ہے:۔

"کہ بہاء اللہ کہتا ہے۔ ان ھی من تلقاء نفسہ بل من لدن من بعثہ وارسلہ بالحق" الخ یعنی یہ آیات بینات بہاء اللہ کی اپنے نفس کی طرف سے نہیں۔ بلکہ اس خدا کی طرف سے ہے۔ جس نے اس کو مبعوث کیا۔ اور حق کے ساتھ رسول بنایا۔

جواب اول تو یہ ہے۔ کہ یہ بہاء اللہ اپنے مرید پر وحی نازل کر رہا ہے۔ کہ تو لوگوں میں جب تبلیغ کرے۔ تو اس طرح کہو۔ کہ مجھے بہاء اللہ نے تمہاری طرف اپنا رسول اور نائب بنا کر بھیجا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ بہاء اللہ اپنے آپ کو رسول اور ملہم نہیں کہتا۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو مرسل رسل یعنی رسولوں کا بھیجنے والا۔ اور کتابوں کا نازل کرنے والا کہتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے:۔

"والکتاب الذی یقول قد جاء منزّلی" کہ کتاب بیان پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا نازل کرنے والا بہاء اللہ آگیا"۔

(کتاب اقدس صفحہ ۲۴)

اس عبارت میں بہاء اللہ نے ان بابیوں کو جو بہاء اللہ کے منکر تھے۔ لیکن علی محمد باب کو مانتے تھے۔ بتایا ہے۔ کہ باب کی کتاب البیان کو میں نے اتارا تھا۔ چنانچہ ایک مقام پر بالکل صاف الفاظ میں کہتا ہے:۔

"یا محمود اسمع ندائی من مقامی المحمود ثم اشھد بما شھد لسان العظمۃ انہ لا الٰہ الا انا المھیمن القیوم۔ قد ارسلنا الرسل وانزلنا الکتب" الخ۔

(اقدس صفحہ ۵۸)

اس عبارت میں بہاء اللہ اپنے ایک مرید پر جس کا نام محمود ہے۔ وحی نازل کرتا ہے۔ کہ اے محمود میری ندا کو سن اور گواہی دے۔ کہ کوئی معبود نہیں۔ مگر میں بہاء اللہ جو سب کا نگہبان اور سہارا ہے۔ ہم نے تمام رسولوں کو بھیجا ہے۔ اور تمام کتابوں کو اتارا ہے۔ حاصل ترجمہ۔

اس کی مزید تائید ملاحظہ ہو مرزا حیدر علی بہائی اپنی کتاب بہجۃ الصدور کے صفحہ ۳۹۹ پر لکھتا ہے:۔

"حضرت بہاء اللہ آسمانے است۔ کہ از آفاقش شموس انبیاء و مرسلین اشراق نمودہ۔ مرسل رسل۔ و منزّل کتب و رب الارباب و سلطان مبین و مآب است" الخ

ترجمہ۔ حضرت بہاء اللہ وہ آسمان ہے۔ جس کے افق سے ہر نبی و رسول کا سورج نمودار ہوا ہے بہاء اللہ رسولوں کا بھیجنے والا۔ اور کتابوں کا نازل کرنے والا ہے۔ بہاء اللہ رب الارباب ہے۔ بہاء اللہ ہی ابتدا اور انتہا سب کا بادشاہ اور سلطان ہے۔

اس عبارت میں مرزا حیدر علی بہائی نے جو بابی فرقہ کے بہت بڑے مبلغ اور ناشر ہیں صاف لفظوں میں بہائی فرقہ کا یہ اعتقاد ظاہر کر دیا ہے کہ بہاء اللہ ہی نبیوں اور رسولوں کا بھیجنے والا۔ اور کتابوں کا نازل کرنے والا ہے نہ کوئی اور۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہوا۔ کہ بہاء اللہ کا یہی دعویٰ تھا۔ کہ وہ خدا ہے۔ اب مولوی عبد اللہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے۔ اور بتلائے۔ کہ مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ اسی کو کہتے ہیں۔

مولوی عبد اللہ کشمیری کے جھوٹ

(۱) "کہ قادیانی اصول یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں"۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین ؎

(۲) "قادیانی اور بابی اس اصول میں متفق ہیں کہ آیت خاتم النبیین کا مطلب نبوت کا بند ہونا نہیں"۔

ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ بابی ختم نبوت کو مانتے ہیں۔ اور بہا کو نبی نہیں کہتے۔ دیکھو کوکب جلد ششم نمبر ہفتم۔

(۳) باب و بہاء اللہ پر وحی نازل ہوئی۔ حالانکہ بابی لفظی الہام اور وحی کے قائل نہیں۔

(۴) "قادیانیوں کے نزدیک بھی شریعت اسلام منسوخ ہو سکتی ہے"۔

حالانکہ قادیان کے رسالے ریویو میں بارہا بہائیوں کی تردید میں یہ مضمون شائع ہوا۔ کہ شریعت اسلام منسوخ نہیں ہو سکتی۔

(۵) "قادیانی مذہب دین بہائی کی نقل ہے"۔

قادیانی قرآن شریف کو آخری کتاب اور آخری شریعت مانتے ہیں۔ لیکن بہائی قرآن مجید کو منسوخ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہتے ہیں۔ کیا اسی کا نام نقل ہے! کذالک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم۔

(۶) بہاء اللہ کا دعویٰ نبوت اور مامور من اللہ ہونے کا ہے۔ حالانکہ بہاء اللہ صاف کہتا ہے۔ لا الٰہ الا انا المسجون الفرید۔ کہ میں ہی خدا ہوں جو قید خانہ کے اندر بند ہوں۔ اور کوئی خدا نہیں۔ کیا خدا بھی جیل خانہ میں بند ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر بہاء اللہ کے ادعاء الوہیت میں کیا شک ہے!

(۷) قادیانی اسلامی سلطنتوں کے بدخواہ اور مغربی حکومتوں کے خیر خواہ ہیں۔ یہ سیاہ جھوٹ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

(۸) قادیانی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اور انہی سے روپیہ وصول کرتے ہیں۔ یہ احمدیوں پر اتہام ہے۔ قادیان کے احمدی کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔ جو لوگ قادیان کے احمدیوں اور ان کے امام دینی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفر کا فتوے لگاتے ہیں۔ اور انہیں اسلام سے خارج کرتے ہیں قادیان کے احمدی بموجب حدیث کے انہی کو کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے۔ تو وہ کفر اسی پر الٹ کر آتا ہے۔ اس لئے قادیانی کسی کو کافر نہیں کہتے۔ ابتداء غیر احمدیوں کی طرف سے ہے۔ وہی کافر کہتے ہیں۔

جو شخص مذہبی اور دینی معاملات میں اس دیدہ دلیری سے صریح جھوٹ بولکر مخلوق خدا کو دھوکا دیتا ہے اور جھوٹ کی نجاست پر منہ مارتے ہوئے ذرا بھی نہیں جھجکتا۔ اس کے بیدین اور بابی ہونے میں کون عقلمند شک کر سکتا ہے؟

چیلنج مولوی عبد اللہ اور باقی تمام بہائیوں کو ہماری طرف سے کھلا چیلنج ہے۔ کہ وہ بہاء اللہ کے ادعاء الوہیت پر تحریری و تقریری جب چاہیں۔ مناظرہ کر لیں۔

مولوی عبد اللہ کے بابی ہونیکا ثبوت

(۱) مولوی عبد اللہ لکھتا ہے کہ حضرت بہاء اللہ کا دعوے مامور من اللہ ہونے کا تھا۔ سوائے بابی اور بہائی کے اور کون ایسا لکھ سکتا ہے۔ کیونکہ ایک جھوٹے مدعیٔ الوہیت کو حضرت کے لفظ سے یاد کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں۔ بھلا جو شخص اپنے آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے افضل کہتا ہے۔ قرآن شریف کو منسوخ کرتا ہے۔ اور اپنی کتاب اقدس کو قرآن سے بہتر سمجھتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو ایک مومن قانت جو قرآن شریف کو خاتم الکتب مانتا ہے۔ کبھی حضرت کے لفظ سے یاد نہیں کر سکتا۔ ہرگز نہیں۔ الامن امن بالبابیۃ۔ چنانچہ عبد البہا لکھتا ہے:۔

"ظہور محمدیہ کبیس سی کی طرح تنہا تھا۔ اور حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کا ظہور بحر روم اور بحر اعظم کی طرح ہے۔ حضرت بہاء اللہ ہی دارائے ہمہ مدارج و مقامات ہیں۔ اس لئے آپ اپنے تمام ماقبل ظہورات (حضرت موسیٰ۔ عیسیٰ اور محمد) سے تمام درجوں میں کامل ہیں۔"

(ملاحظہ ہو کوکب ہند جلد پنجم نمبر سوم صفحہ ۸)

پس ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو آنحضرت صلعم سے افضل کہے کسی کا حضرت کہنا اور لکھنا ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ پکا بابی اور بہائی ہے۔ جو مسلمانی کے ... لباس میں لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

(۲) دوسرا ثبوت مولوی عبد اللہ لکھتا ہے کہ:۔ "بابیوں کے اصول اور دلائل بلا تاویل صاف اور واضح ہیں۔ جن میں کوئی دھوکا نہیں" یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ مولوی عبد اللہ بابیت کے دلائل اور اصول سے متاثر ہو چکا ہے۔ ورنہ یہ ہرگز نہ کہتا۔ کیونکہ جو شخص جس چیز کو حق سمجھتا ہے اسی کی نسبت یہ الفاظ بول سکتا ہے۔ غلط اور جھوٹی چیز کے متعلق کوئی نہیں کہتا۔ کہ وہ صاف اور واضح اور بلا تاویل ہے۔

(۳) چونکہ بہائیوں کا اصول ہے کہ استر ذھابک وذھابک ومذھبک بہجۃ الصدور ص۸۳۔ کہ اپنا مذہب اور عقیدہ ہمیشہ مخفی رکھو۔ کبھی ظاہر نہ کرو۔ اسی لئے مولوی عبد اللہ علی الاعلان اپنی بابیت کا اظہار نہیں کرتا۔ جو اس کی انتہائی بزدلی کا ثبوت ہے۔ بھلا جب بہائی مذہب کے دلائل اور اصول بلا تاویل صاف اور واضح ہیں۔ جن میں کوئی دھوکا نہیں۔ تو اپنی بابیت کا کھلے بندوں کیوں اظہار نہیں کرتے۔ کیوں لوگوں کو دھوکا دے رہے ہو۔ یاد رکھو۔ وما تخدعون الا انفسکم۔ ح

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کرینگے تو شکایت ہوگی

(حافظ سلیم اٹاوی)

مذبح قادیان کے متعلق کونسل میں سوالات

حضرت علامہ اقبال نے کونسل کے آئندہ اجلاس میں مندرجہ ذیل سوالات کا نوٹس دیا ہے۔

سوال اوّل:۔ آنریبل ممبر فینانس بتائیں۔ کہ (الف) قادیان میں ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی آبادی کیا ہے؟۔ (ب) وہاں جھٹکے کے فروخت کیلئے دکانیں ہیں یا نہیں۔ اور اگر ہیں تو کہاں واقع ہیں؟ (ج) قادیان کے مسلمانوں کو قادیان میں ایک مذبح تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی تھی یا نہیں؟ (د) اگر دی گئی تھی۔ تو بتایا جائے۔ کہ کب دی گئی تھی۔ اور جس مقام پر تعمیر مذبح کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کے ارد گرد آبادی کس قدر ہے؟

سوال دوم:۔ آنریبل ممبر فینانس بتائیں۔ کہ (الف) آیا قادیان میں مسلمانوں کو مذبح کی اجازت دینے پر نظر ثانی کے لئے کوئی درخواست کمشنر کے پاس پیش ہوئی تھی یا نہیں؟ (ب) اگر پیش ہوئی تھی۔ تو اس شخص یا ان اشخاص کے نام بتائے جائیں۔ جنہوں نے یہ درخواست پیش کی۔ نیز بتایا جائے کہ درخواست پر کیا حکم صادر ہوا۔

سوال سوم:۔ آنریبل ممبر فینانس بتائیں۔ کہ (الف) پنجاب کے مختلف قصبوں میں "جھٹکہ فروشی" کی دوکانیں کھولنے اور ذبح گاؤ کیلئے مذابح بنانے کی اجازت دینے کیلئے کوئی اصول مقرر ہیں؟ (ب) اگر اس قسم کے اصول موجود ہیں۔ تو بتایا جائے۔ کہ قادیان میں مسلمانوں کو مذبح کی اجازت دیتے وقت ان اصول کو ملحوظ رکھا گیا یا نہیں؟

سوال چہارم:۔ آنریبل ممبر فینانس بتائیں۔ کہ (الف) کیا حکومت اس امر سے آگاہ ہے۔ کہ قادیان میں گائیوں کا واحد مذبح منہدم کر دیا گیا ہے؟ (ب) اگر منہدم کر دیا گیا تھا۔ تو اس شخص یا ان اشخاص کے نام بتائے جائیں۔ جنہوں نے یہ مذبح منہدم کیا۔ نیز بتایا جاوے کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں؟ (ج) کیا پولیس نے مذبح ڈھانے والوں کو فعل انہدام سے باز رکھنے کی تدابیر اختیار کیں۔ (د) کیا حکومت نے اس کی بحالی کا کوئی بندوبست کیا ہے؟ (ه) اگر اب بندوبست نہیں کیا تو بتایا جائے۔ کہ کیا بندوبست کرنے کا ارادہ ہے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ صفحہ ۱۰

کمشنر صاحب کے دو نرالے اصول

ناظرین یہ سنکر حیران ہوں گے۔ کہ مسٹر فرگوسن صاحب نے بائیس ایسے دیہات کی ایک فہرست بنائی تھی۔ جس کا اوپر مضمون میں ذکر آچکا ہے۔ جس میں سکھوں کے تو ایسے دیہات بھی درج کر لئے جو مذبح قادیان سے تین تین چار چار پانچ پانچ میل کے فاصلہ پر واقع تھے۔ اور مسلمانوں کے وہ دیہات بھی نہ لئے جو مذبح سے دو دو تین تین میل پر تھے۔ حالانکہ عقلاً یہ مناسب تھا۔ کہ قادیان کے مذبح سے جن جن دیہات کے مسلمانوں کو تعلق ہو سکتا ہے۔ وہ سب درج فہرست ہوتے۔ اور سکھوں کے صرف مذبح کے قرب والے دیہات لئے جاتے۔ کیونکہ جو مسلمان گائے کا گوشت سوائے بٹالہ کے نزدیک والے بوچڑ خانہ سے خریدنے کے حقدار ہیں۔ اور وہ ضرور قادیان سے آکر گوشت خریدینگے۔ ان سب کا حق ہے۔ کہ وہ اس بوچڑ خانہ سے گوشت خرید کریں۔ مثلاً فیض اللہ چک۔ وزیر چک۔ ببیل چک۔ بھانبڑی۔ ستھیالی وغیرہ بیسیوں ایسے دیہات ہیں۔ جہاں کے مسلمان اپنی ضرورت کے وقت اور بیاہ شادی کے موقعہ پر بٹالہ گائے کا گوشت خریدنے نہیں جائیں گے۔ ان کو قادیان کا بوچڑ خانہ ہی نزدیک تر ہے۔ اور اسی جگہ سے وہ ہر روز اگر دیگر ہر قسم کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اسی بوچڑ خانہ سے وہ گوشت بھی خریدینگے۔ اس لئے کمشنر صاحب کا یہ اصول کہ فلاں گاؤں چونکہ قادیان سے چار یا پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس لئے وہاں کے مسلمانوں سے پوچھنا درست نہیں بالکل غلط ہے۔ یہ اصول کہ نزدیک کے گاؤں والوں سے پوچھا جائے۔ صرف ہندو اور سکھوں کے متعلق تو صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کے متعلق یہ بالکل ہی غلط اصول ہے۔ ہر گاؤں کا مسلمان جو قادیان خرید و فروخت کے لئے آتا ہے۔ اور آ سکتا ہے۔ وہ بٹالہ گوشت لینے نہیں جائے گا۔ وہ یقیناً قادیان سے خریدیگا۔ اس لئے تمام ان دیہات کے مسلمانوں کو درج فہرست کرنا چاہیئے تھا جن کا قادیان سے خرید و فروخت کا تعلق ہے۔ کمشنر صاحب کا یہ طریق صریح ہندو نوازی ہے۔

دوسرا اصول اس سے بھی عجیب تر ہے۔ کہ آپ ہر ایک مسلمان نمائندے سے یہ سوال کر لیتے تھے۔ کہ تم زمیندار ہے۔ یا کمی (کمین) یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ گائے کا گوشت کھانے کے لئے زمیندار ہونا کیوں ضروری ہے۔ کیا کمی مسلمان یا غیر زمیندار مسلمان کو گائے کے گوشت کی ضرورت نہیں؟ یہاں تو ضرورت کا بھی سوال تھا۔ کہ قادیان کی مسلم آبادی ۸۰ فیصدی ہے۔ اور آئندہ بھی مسلمانوں کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ اور انکے گرد و پیش کے دیہات جن کا قادیان سے براہ راست خرید و فروخت کا تعلق ہے۔ ان کو بھی گائے کے گوشت کی ضرورت ہے۔ اس طرح ہندوؤں سے بہت زیادہ مسلمان ہیں جن کی ضرورت کے واسطے قادیان میں بوچڑ خانہ ہونا ضروری ہے۔ وہ خواہ کمی ہیں۔ یا زمیندار یا غیر زمیندار۔ ملازم ہیں یا غیر ملازم سب مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ پس گائے خوروں کی کثرت بھی بوچڑ خانہ بنائے جانے کی دلیل ہے۔ البتہ بوچڑ خانہ کے مخالف لوگوں میں سے صرف ایسے زمینداروں کی رائے پوچھی جا سکتی ہے جو زمین کے مالک ہوں نہ کہ کمی وغیرہ دیگر لوگوں کی۔ جن کی رائے یا مخالفت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ گائے کھانیوالوں میں سے تو ہر ایک کا حق ہے۔ کہ وہ کہے ہم کو گائے کے گوشت کی ضرورت ہے۔ اسلئے بوچڑ خانہ ہونا چاہیئے۔ مگر یہ تخصیص کہ صرف مسلمان زمینداروں ہی بوچڑ خانہ ہونیکی رائے دیں بالکل عقل سے بعید ہے۔

کمشنر صاحب کے لئے مایوس کن امر

ناظرین فاروق کو مندرجہ بالا تمام مضمون پڑھ کر یہ معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ذبیحہ گاؤ اور بوچڑ خانہ کے خلاف کسی ایک بھی ہندو یا سکھ نمائندے نے یہ نہیں کہا۔ کہ ہمارے مذہب میں چونکہ گائے کو مقدس سمجھا جاتا اور اس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ اس لئے ہم گئو ماتا کا مارا جانا برداشت نہیں کر سکتے۔ ہماری اس سے مذہبی توہین ہوتی ہے۔ حالانکہ مسٹر فرگوسن صاحب نے میری تقریر کے وقت اپنی طرف سے کہکر جتا دیا تھا۔ کہ سکھوں کی مخالفت مذہبی بناء پر ہے۔ پھر بھی ان نمائندوں میں سے کسی برہمن نمائندے نے نہ اکالی نمائندے نے نہ کیسوں والے نمائندے نے اور نہ مونے نمائندے نے یہ اظہار کیا۔ سب نے مالی نقصان یا تجارت کا نقصان یا چیلوں کی بیٹھ کے خطرناک نتائج ہی بیان کئے۔ مذہبی نقطہ نظر سے کوئی نمائندہ ایک لفظ بھی نہ بولا۔ جس سے معلوم ہو گیا۔ کہ یہ مذہبی مخالفت نہیں ہے۔ بحض مسلمانوں کی مخالفت ہے پس اس کا مذبح کے مخالف فریق کی طرف سے اظہار نہ کرنا کمشنر صاحب کے واسطے واقعی مایوس کن امر ہے۔ اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ سکھوں کو گاؤ کشی سے مذہباً مخالفت نہیں۔

کمشنر صاحب کو دوبارہ ہدایت

اوپر یہ بتایا جا چکا ہے۔ کہ کمشنر صاحب نے ۲۰ اگست کو جو مذبح کے خلاف ہندوؤں کی اپیل گورداسپور میں یکطرفہ سنکر کوئی رائے لکھی تھی۔ اور مسلمانوں کو اپنے وجوہات پیش کرنے کا موقعہ باوجود تار دینے اور درخواست پیش کرنے کے بھی نہیں دیا تھا۔ اس کے متعلق ہم نے گورنر پنجاب کو تار دیا۔ کہ ہماری حق تلفی ہو رہی ہے۔ جس پر گورنمنٹ پنجاب نے مسٹر فرگوسن کو ڈلہوزی سے دوبارہ آکر ہمارے عذرات سننے کی ہدایت کی۔ اور ۳ ستمبر کو وہ آئے۔ اب پھر انہوں نے ہمارے وکیلوں کو پیش ہونے کا موقعہ نہ دیا۔ تو ہم نے پھر گورنر پنجاب کو اس خلاف ضابطہ کارروائی کی اطلاع دیکر مطالبہ کیا۔ کہ ہمارے وکلاء کو بھی قانونی بحث کا موقعہ دیا جائے۔ جس پر گورنمنٹ پنجاب نے پھر مسٹر فرگوسن کو ہدایت کی کہ وہ مسلمانوں کے وکلاء کی بھی بحث سنیں۔ اس طرح بار بار کمشنر صاحب کو اپنی فروگذاشتوں کی تلافی کرنی پڑی۔ اور آپ نے ہم کو اطلاع دی ہے۔ کہ ۱۷ ستمبر کو اپنے وکلاء ہماری عدالت میں بمقام لاہور ۱۲ بجے حاضر کریں۔ مگر ساتھ ہی فریق ثانی کے وکلاء کو بھی دوبارہ پیش ہو کر بحث کا موقعہ دیا گیا ہے۔ جس کے حالات آئندہ ہدیہ ناظرین ہوں گے۔

اطلاع۔ ۷ ستمبر ۱۹۲۹ء کا اخبار بوجہ کاتب فاروق کے بیمار ہو جانے کے شائع نہیں ہو سکا۔ قادیان میں آج کل بخار کی عام شکایت ہے۔ اللہ تعالےٰ رحم کرے۔ آمین۔ یہ پرچہ بمشکل لکھوایا گیا ہے۔ ادارہ

[illegible] قادیان [illegible] شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاروق بک ایجنسی کی مختصر فہرست

محصول ڈاک بذمہ خریدار

حقیقۃ الوحی:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاجواب اور پیغامیوں کے تنازعات کی فیصلہ کن کتاب۔ قیمت پانچ روپیہ؛

انجام آتھم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب۔ قیمت دو روپیہ؛

براہین احمدیہ چار جلد:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے پہلی تصنیف انعامی دس ہزار۔ قیمت چار روپیہ؛

الحق مباحثہ دہلی:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ تحریری مباحثہ جو حیات و وفات مسیح پر مولوی بشیر بھوپالی سے بمقام دہلی ہوا تھا۔ قیمت ۲ر؛

دُرِّ مکنون:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ پُر معارف منظوم کلام جو حضورؑ نے دعویٰ سے پیشتر زیب رقم فرمایا۔ قیمت صرف ایک روپیہ؛

سیرت مسیح موعودؑ:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی مرتبہ سوانحعمری حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام قیمت ۴؛

ہستی باری تعالیٰ:۔ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی ہستی باری تعالےٰ پر وہ معرکۃ الآراء تقریر جو جلسہ سالانہ ۱۹۲۱ء پر بیان فرمائی۔ قیمت ایک روپیہ؛

حق الیقین رد ہفوات المنافقین:۔ ایک غالی شیعہ کی کتاب ہفوات المسلمین کا ناقابل تردید جواب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے رقم فرمایا۔ قیمت ۱۲ر

تحفۃ الملوک:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا وہ مکتوب جو نظام حیدر آباد دکن کو تبلیغ احمدیت کے متعلق تحریر فرمایا۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ؛

دعوۃ الامیر:۔ حضرت خلیفہ ثانی کا وہ مکتوب گرامی جو دعوت احمدیت کے متعلق امان اللہ خاں کو اس وقت طبع کرا کر بھیجا گیا تھا۔ جب کہ وہ شاہ کابل تھا۔ قیمت مجلد تین روپیہ؛

اسلامی اصول کی فلاسفی:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ پُر حقایق و معارف مضمون جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں تمام مذاہب والوں کے مضمونوں پر غالب آیا۔ قیمت ۵ر؛

حیات نور الدین:۔ جو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے خود لکھوائی اور آپ کی زندگی میں طبع ہو کر شائع ہوئی اب دوبارہ خوبصورت تقطیع پر چھاپی گئی ہے۔ قیمت ۱۰ر؛

انوار الہدیٰ:۔ اسلامی اخلاق۔ اسلامی تہذیب کا آئینہ۔ آیات قرآن و احادیث رسولؐ کا مجموعہ ہر مسلمان کے پڑھنے اور عمل کرنے کے قابل قیمت ۱۲ر؛

خطبات نور:۔ حضرت نور الدین اعظم خلیفہ اوّلؓ کے پُر معارف خطبوں کا مجموعہ دو جلدوں میں۔ قیمت ہر دو حصہ ایک روپیہ؛

ملفوظات نور:۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے کلمات طیبات جو وقتاً فوقتاً اخبار بدر میں چھپتے رہے۔ قیمت ۶ر؛

قصائد احمدیہ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی اشعار و قصائد کا مجموعہ۔ قیمت ۱۲ر؛

قتل مرتد:۔ امان اللہ مغرور والی کابل نے جو دو احمدیوں کو احمدیت کی وجہ سے سنگسار کیا تھا۔ اور ان کی شہادت پر جہلائے ہند نے بڑے بڑے لمبے مضامین اخبارات میں لکھ کر یہ کہا تھا۔ کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ ان سب یاوہ گو مصنفوں اور ملاّنوں اور ایڈیٹروں کے جواب میں حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے نے بحکم حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ یہ کتاب لکھی۔ جس میں قرآن شریف احادیث رسول کریم اور عمل خلفاء کرام وغیرہ سے ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا۔ کہ شریعت اسلام میں کسی مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ آج تک اس تصنیف لطیف کا جواب ان سب جاہل ملانوں اور ان کے معاونوں سے نہ بن پڑا۔ جو پہلے بڑے جوش سے مرتد کی سزا قتل بتلاتے تھے۔ ہر ایک احمدی اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ اور اس کے دلائل سے بخوبی واقف ہو جائے۔ قیمت ایک روپیہ؛

المسیح الموعود:۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت کی نئی دلیلیں نہایت زبردست۔ قیمت ۴ر؛

مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی:۔ مخالفین سلسلہ کے ان تمام اعتراضات کا جواب جو نکاح والی پیشگوئی پر وہ آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ قیمت ۳ر؛

حقیقۃ الجنون:۔ حضرت مسیح موعودؑ پر جو مراق۔ جنون و مالیخولیا کے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب۔ قیمت ۶ر؛

بہائی مذہب کی حقیقت:۔ اس میں بابیوں اور ان کی خلاف اسلام تعلیمات و عقائد کا راز ان کی ہی مستند اور مسلمہ کتابوں سے کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰ر؛

تنقید صحیح:۔ بابیوں نے جو "برہان صریح" ایک کتاب کسی احمدی سے فرضی مباحثہ کے طور پر شائع کی تھی۔ اس کا دندان شکن اور قابل دید جواب خواجہ جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل مبلغ حیفا کی قلم سے۔ قیمت ۸ر؛

آئینہ حق نما:۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مایہ ناز رسالہ "الہامات مرزا" کا مکمل مفصل مدلّل جواب۔ بڑی ضخیم کتاب۔ قیمت صرف ایک روپیہ؛

احمدیہ پاکٹ بک:۔ اس میں ۱۲ سو دلائل اور حوالجات صداقت اسلام و تصدیق مسیح موعود علیہ السلام و تردید مذاہب غیر اسلام و مخالفین میں جمع کر دیئے ہیں۔ ہر ایک احمدی اس کو ہر وقت اپنی جیب میں رکھے تاکہ ہر میدان میں اور ہر مذہب والے کے ساتھ وہ مقابلہ کر سکے۔ قیمت صرف ایک روپیہ؛

حمائل شریف مترجم:۔ جیبی تقطیع پر یہ حمائل شریف مترجم طبع ہوئی ہے۔ جس کے اوّل مضامین قرآن مجید کی ایک مکمل فہرست ہے۔ اور ہر وقت جیب میں رکھی جا سکتی ہے۔ ہدیہ مجلد دو روپیہ چار آنہ؛

پتہ

منیجر فاروق بک ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)